سیرت بخاری رحمۃ اللہ علیہ
www.KitaboSunnat.com
تالیف
عبدالرشید عراقی
نظر ثانی
پروفیسر قاری سیف اللہ ساجد قصوری
فاضل علوم اسلامیہ، فاضل عربی، فاضل قرأت وتجوید
ناشر
ساجد اسلامک ریسرچ سنٹر
دارالاسلام السلفیہ (دارالاسلام کالونی) کھڈیاں خاص قصور، پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یامادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

الاهداء
الی الاخ القاری
المقری حمزہ المدنی
حفظہ اللہ
من
سیف اللہ ساجد
۱۰-۰۴-۲۰۱۱ م

تالیف
عبدالرشید عراقی

نظر ثانی
پروفیسر قاری سیف اللہ ساجد قصوری
فاضل علوم اسلامیہ، فاضل عربی، فاضل قرأت وتجوید

ناشر
ساجد اسلامک ریسرچ سنٹر
دارالاسلام السلفیہ (دارالاسلام کالونی) کھڈیاں خاص قصور، پاکستان
فون:0492-791281 موبائل:0300-4031381

نام کتاب .... سیرتِ بخاریؒ

تالیف .... عبدالرشید عراقی حفظہ اللہ تعالیٰ

نظرِ ثانی .... پروفیسر قاری سیف اللہ ساجد حفظہ اللہ تعالیٰ

طابع .... ساجد اسلامک ریسرچ سنٹر

مطبع .... موٹروے پرنٹرز

طبع اوّل .... اکتوبر 2010

1100 ....

60/ روپے .... قیمت

المکتبۃ الرحمانیہ
۹۹۔ جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

ملنے کا پتہ

لاہور: مکتبہ قدوسیہ 7230585۔ اسلامی اکیڈمی 7357587۔

مکتبہ سلفیہ 7237184۔ فیض اللہ اکیڈمی۔ مکتبہ اسلامیہ، اردو بازار لاہور۔

فیصل آباد: مکتبہ اسلامیہ 631204۔ دار ارقم۔ مکتبہ اہلحدیث 2629292۔

قصور برائے خط و کتابت: ساجد اسلامک ریسرچ سنٹر دارالاسلام السلفیہ کھڈیاں خاص

ضلع قصور، موبائل۔ 03004031381

امام بخاری وصحیح بخاری

بخاری کی عزت، بخاری کی عظمت
وہ جانے ، وہ سمجھے جو ہو با بصیرت
بخاری نے نورِ حقیقت دکھا کر
کیا دُور تاریکئ جہل و بدعت
بخاری خدا و محمد کا پیارا
بخاری زمانے میں شمع ہدایت
بخاری ہے خورشید علمِ الٰہی
بخاری ہے گنجینہ علم و حکمت
بخاری حقیقت کا انمول موتی
بخاری گلستانِ گلہائے سنّت
بخاری جہاں کے لئے رحمتِ حق
بخاری ہے مومن کی انمول دولت

(نشتر دیوریاوی)

پروفیسر حافظ محمد مطیع الرحمن

کے نام

جنہوں نے
امام المحدثین وامیر المومنین فی الحدیث حضرت امام
محمد بن اسماعیل بخاریؒ

سے محبت وعقیدت رکھتے ہوئے
سیالکوٹ میں "امام بخاری اسلامی یونیورسٹی" قائم کی ہے۔

(عبدالرشید عراقی)

فہرست

باب (۱)
امام محمد بن اسماعیل بخاری

باب (۲)
اساتذہ وتلامذہ

اساتذہ

تلامذہ

باب (۳)
تصانیف

الجامع الصحیح البخاری

صحیح بخاری کے شروح وحواشی

امام بخاریؒ کی دوسری تصانیف

عرضِ ناشر

اللہ کا فضل و کرم اور اس کی مہربانی ہے کہ ''سیرتِ بخاریؒ'' ساجد اسلامک ریسرچ سنٹر کی طرف سے شائع ہونے والی ساتویں کتاب ہے، جس کو جماعت کے معروف مؤرخ جناب عبدالرشید عراقی نے تالیف کیا ہے اور بندہ ناچیز نے اس کی نظر ثانی کی ذمہ داری ادا کی ہے۔ اور محترم عراقی صاحب کے اخلاص اور محبت کا نتیجہ ہے کہ اس کتاب کو ''ساجد اسلامک ریسرچ سنٹر'' کی طرف سے شائع کیا جا رہا ہے۔ اس کتاب میں جو بھی خوبی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو بھی کمی رہ گئی ہو وہ ہماری طرف سے ہوگی۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ کتاب ہذا کے متعلق اپنی تجاویز اور آراء سے ضرور مطلع فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کاوش کو مؤلف، ناشر اور ان کے والدین کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

قاری سیف اللہ ساجد
مدیر ساجد اسلامک ریسرچ سنٹر
کھڈیاں خاص۔ موبائل۔ 03004031381

پیش لفظ

کسی کی سرگزشت یا سوانح عمری لکھنے کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ اس کے حالاتِ زندگی اور اس کے کارنامے پڑھ کر آدمی اپنی زندگی کو اس کے مطابق ڈھالے، اور اس میں زندگی کے نشیب وفراز کا احساس پیدا ہو اور آنے والی نسلیں اس کے مطالعہ سے اپنی زندگی صحیح طریقے سے گزاریں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری کی ذات محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ آپ امیر المومنین فی الحدیث امام المحدثین کے القاب سے ملقب تھے۔ ان کے علم وفضل، علمی تبحر اور جامع الکمالات ہونے کا محدثینِ عظام اور اربابِ سیر نے اعتراف کیا ہے۔

ان کے علمی کارناموں میں سب سے بڑا کارنامہ ''صحیح بخاری'' کی تالیف ہے جس کے بارے میں علمائے اسلام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ قرآنِ کریم کے بعد کتبِ حدیث میں صحیح ترین کتاب ''صحیح بخاری'' ہے۔ فنِ حدیث میں اس کتاب کی نظیر نہیں پائی جاتی۔

امام بخاری کی سیرت پر مولانا عبدالسلام مبارک پوری (م ۱۹۲۴ء) نے ''سیرت البخاری'' کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ اتنی اچھی اور عمدہ کتاب نہ اس سے پہلے لکھی گئی اور نہ ہی بعد میں لکھی جائے گی۔ اس کتاب کا عربی ترجمہ ڈاکٹر عبدالعلیم بستوی کے قلم سے جامعہ سلفیہ بنارس سے شائع ہو چکا ہے۔

امام بخاری کے حالاتِ زندگی اور ان کے علمی کارناموں پر تذکرہ نگاروں نے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ مولانا ضیاء الدین اصلاحیؒ نے اپنی کتاب تذکرۃ المحدثین جلد اول میں امام صاحب کے حالات قلم بند کیے ہیں۔ مولانا محمد عبدہ الفلاح مرحوم نے اپنی کتاب ''محدثین صحاح ستہ'' میں امام صاحب کے حالات لکھے ہیں۔ راقم آثم کی کتاب ''مؤلفین صحاح ستہ اور ان کے علمی کارنامے'' میں بھی امام صاحب کے حالات لکھے ہیں۔

میں نے اس کتاب کے پہلے باب میں امام صاحب کے حالاتِ زندگی از ولادت تا وفات مختصراً درج کیے ہیں۔ باب دوم میں ان کے گیارہ مشہور اساتذہ اور سات مشہور تلامذہ کے مختصراً حالات قلم بند کیے ہیں اور بابِ سوم میں امام صاحب کی تصانیف اور ان کی لاجواب کتاب ''صحیح بخاری'' پر روشنی ڈالی ہے۔ علاوہ ازیں اس باب میں برصغیر (پاک و ہند) کے علمائے اہل حدیث نے ''صحیح بخاری'' کی جو خدمت کی ہے اس کا بھی ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس محنت کو قبول فرما کر اسے میری نجات کا ذریعہ بنائے! (آمین) اور اسے ساجد اسلامک ریسرچ سنٹر کے مالک و مؤسس جناب مولانا قاری سیف اللہ ساجد قصوری صاحب کے لیے بھی توشہ آخرت بنائے۔

عبدالرشید عراقی

سوہدرہ۔ ضلع گوجرانوالہ

۱۵، رجب المرجب ۱۴۲۹ھ

۱۴، جولائی ۲۰۰۸ء

باب (۱)

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ

نام

امام صاحب کا نام محمد، ابوعبداللہ کنیت، امام المحدثین اور امیر المؤمنین فی الحدیث لقب ہے۔ ان کا شجرہ نسب یہ ہے:

محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بروزیہ الجعفی۔ امام صاحب کے جدامجد مغیرہ پہلے شخص ہیں جو امیر بخارا (یمان جعفی) کے ہاتھوں مشرف باسلام ہوئے۔ اسی نسبت سے امام بخاری جعفی مشہور ہو گئے، ورنہ قبیلہ جعف سے آپ کو کوئی تعلق نہ تھا۔

(تہذیب التہذیب، ج ۸، ص ۱۵۰)

اسمٰعیل بن ابراہیم

امام بخاریؒ کے والد اسماعیل بن ابراہیم اپنے زمانہ کے مشہور عالم تھے۔ ان کی کنیت ابوالحسن تھی۔ اور ان کا شمار ثقہ علماء میں ہوتا تھا۔ امام حماد بن زید اور امام مالک بن انس کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ امام عبداللہ بن مبارک کی صحبت سے بھی فیض تھے۔ امام بخاری نے اپنی تاریخ کبیر میں اس کا ذکر کیا ہے۔

علامہ اسماعیل بڑے پاکیزہ نفس اور محتاط تھے۔ ان کا کاروبار بڑا وسیع تھا اور ان کا شمار اس وقت کے رؤسا میں ہوتا تھا۔ احمد بن حفص بیان کرتے ہیں کہ میں علامہ اسماعیل کے انتقال کے وقت ان کی خدمت حاضر تھا اس وقت آپ نے فرمایا کہ:

''میں اپنے حاصل کردہ مال میں ایک درہم بھی مشتبہ نہیں پاتا''

(سیرت البخاری، ص ۴۲)

ولادت

امام بخاری ۱۳ شوال ۱۹۴ھ بروز جمعہ بخارا میں پیدا ہوئے۔ ابھی

اچھی طرح شعور کی آنکھیں کھولنے نہ پائے تھے کہ بصارت زائل ہوگئی۔ ان کی والدہ بڑی عابدہ اور صاحبِ کرامات تھیں۔ انہوں نے بڑی عاجزی اور انکساری سے بارگاہِ ایزدی میں دعائیں مانگیں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاء قبول فرمائی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا، وہ فرما رہے ہیں کہ:

"تمھارے رونے اور دعا کرنے سے تمھارے بیٹے کی آنکھیں اللہ تعالی نے روشن کردی ہیں۔"

صبح کو اٹھتی ہیں تو دیکھتی ہیں کہ بیٹے کی بینائی لوٹ آئی ہے۔

(تاریخ بغداد، ج ۲، ص ٦)

تعلیم وتربیت

امام بخاری ابھی کم سن ہی تھے کہ ان کے والد اسماعیل بن ابراہیم کا انتقال ہوگیا تھا۔ اس لیے آپ نے اپنی والدہ کی آغوش میں تربیت پائی۔ اور ۱۶ سال کی عمر تک آپ نے بخارا ہی میں تعلیم حاصل کی۔ بخارا میں آپ نے شیخ محمد سلام بیکندی، عبد اللہ بن محمد مسندی اور ابراہیم بن الاشعث جو اپنے زمانہ کے نامور محدث تھے، ان سے استفادہ کیا اور اس کے ساتھ ہی آپ نے امام عبداللہ بن مبارک اور امام وکیع کی کتابوں کو حفظ کرلیا۔ (مقدمہ فتح الباری، ص ۴۷۸)

پہلا سفر

جب امام بخاری کی عمر ۱۸ سال کی ہوئی تو آپ اپنی والدہ اور بڑے بھائی کے ساتھ حج کے لیے تشریف لے گئے۔ حج سے فراغت کے بعد امام صاحب تحصیلِ علم کے لیے مکہ معظمہ میں اقامت گزین ہو گئے اور آپ کی والدہ مع اپنے بیٹے احمد بن اسماعیل کے واپس آگئیں۔ جس کے تھوڑے عرصہ بعد احمد بن اسماعیل کا انتقال ہوگیا۔ امام بخاری نے اپنے قیامِ حجاز کے دوران مدینہ منورہ میں روضہ اطہر کے پاس چاندنی راتوں میں "قضایا الصحابہ والتابعین" اور "تاریخ الکبیر" تصنیف کیں۔

(مقدمہ فتح الباری، ص ۴۵۸)

رحلتِ سفر

سماعِ حدیث کے لیے امام بخاریؒ نے ۲۱۰ھ میں سفر کا آغاز کیا اور طلب حدیث کی خاطر حجاز (مکہ و مدینہ) بصرہ، بغداد، شام، مصر، جزیرہ، خراسان، مرو، بلخ، ہرات اور رے کا سفر کیا۔ حافظ ابنِ حجر فرماتے ہیں:

''امام بخاری نے سماعِ حدیث کے لیے دور دراز کا سفر کیا۔ شام، مصر اور جزیرہ دو بار تشریف لے گئے اور حجاز مقدس میں ۶ سال قیام فرمایا۔ کوفہ و بغداد جو علماء کا مرکز تھا، بار بار گئے۔ بصرہ چار مرتبہ جانا ہوا۔ بغداد ۸ مرتبہ آئے۔'' (ارشاد الساری، ص ۳۱)

نیشا پور کا سفر

نیشا پور اس زمانے میں علمِ حدیث کا مرکز تھا۔ امام محمد بن یحییٰ ذہلی اور امام مسلم صاحبِ صحیح مسلم کا مولد و مدفن یہی شہر تھا۔ امام بخاری نے نیشا پور کا سفر کیا اور وہاں اپنے علم و فضل کا سکہ بٹھایا۔ حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں امام مسلم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

''امام بخاری جب نیشا پور تشریف لائے تو اس دھوم دھام سے ان کا استقبال کیا گیا کہ والیانِ ملک اور سلاطین کو بھی نصیب نہ ہوا ہوگا۔''

(مقدمہ فتح الباری، ص ۴۹۱)

قوّتِ حافظہ

امام بخاری نہایت قوی الحافظہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس نعمت سے غیر معمولی نوازا تھا۔ بچپن ہی سے جو کتاب ایک دفعہ پڑھ لی یا کوئی حدیث اپنے استاد سے سن لی، حفظ ہو جاتی تھی۔ ۱۶ سال کی عمر تھی جب انہوں نے امام عبداللہ بن مبارکؒ اور امام وکیع کی کتابیں زبانی یاد کر لی تھیں۔ ان کی قوّتِ حافظہ کے بہت سے واقعات کتبِ تاریخ میں محفوظ ہیں۔ امام صاحب خود فرماتے تھے کہ:

''مجھے ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح حدیثیں یاد ہیں۔''

امام بخاری کی قوّتِ حافظہ کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ آپ بغداد

تشریف لے گئے تو وہاں کے محدثین نے آپ کا امتحان لینا چاہا۔ چنانچہ انہوں نے دس آدمیوں کو دس دس احادیث سندوں میں الٹ پھیر کر کے ان کے حوالہ کیں اور ان سے کہا کہ آپ یہ احادیث امام صاحب کے سامنے پیش کریں۔ چنانچہ ہر شخص نے امام صاحب کے سامنے اپنی اپنی حدیثیں پیش کیں۔ امام صاحب ہر حدیث پر فرماتے:

لَا اَدْرِیْ ''میں نہیں جانتا''

جب دسوں آدمیوں نے اپنی اپنی حدیثیں سنا دیں تو امام صاحب نے پہلے آدمی سے فرمایا:

''آپ نے پہلی حدیث اس طرح بیان کی، لیکن وہ صحیح نہیں تھی، اس کی سند اس طرح ہے۔''

اس طرح آپ نے سو کی سو احادیث جو اُن دس آدمیوں نے سنائی تھیں، وہ بھی امام صاحب کو زبانی یاد ہو گئیں اور اس کی اصل حدیث معہ صحیح سند کے بھی سنا دی۔ چنانچہ تمام لوگ یہ سن کر دنگ رہ گئے اور آپ کے علم و فضل کا لوہا مان گئے ۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ

(مقدمہ فتح الباری ص ۵۷۳، فتح المغیث ص ۱۱۶)

امام بخاری کی شہرت

امام صاحب کی ان کے علم و فضل اور علمی تبحر کی وجہ سے تمام ممالکِ اسلامیہ میں شہرت ہو چکی تھی۔ حفظِ حدیث میں ان کا پایہ اس قدر بلند تھا کہ بڑے بڑے محدثین بھی مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ ان کے علمی تبحر اور فضل و کمال کا اس قدر شہرہ ہو گیا تھا کہ دوسرے ممالکِ اسلامیہ کے لوگ ان کی مجلس میں حاضر ہوتے اور اُن سے اکتسابِ فیض کرتے۔

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخِ بغداد میں امام صاحب کی وسعتِ علم اور شہرت کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ:

''یوسف بن موسیٰ مروزی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ امام صاحب بصرہ تشریف لے گئے تو ایک شخص کو گلیوں میں یہ اعلان کرتے ہوئے سنا کہ ابو عبداللہ محمد

بن اسماعیل بخاری آج کل بصرہ میں تشریف فرما ہیں، جو شخص ان کی زیارت کرنا چاہتا ہے وہ جامع مسجد میں تشریف لے آئے۔ یہ اعلان سنتے ہی میں مسجد میں چلا گیا۔ مسجد میں اس وقت بہت سے علماء اور لوگ جمع تھے اور ایک ادھیڑ عمر کا شخص ایک ستون کی آڑ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ معلوم ہوا کہ امام محمد بن اسماعیل بخاری یہی ہیں۔ جب امام صاحب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں اور علمائے کرام نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ حدیث کے بارہ میں خطبہ ارشاد فرمائیں۔ امام صاحب نے منظور فرمایا اور اس کے ساتھ شہر میں یہ منادی کرادی گئی کہ فلاں وقت امام بخاری جامع مسجد میں حدیث کے بارے میں خطبہ ارشاد فرمائیں گے۔ لوگ جوق در جوق مسجد میں آنے شروع ہو گئے۔ جب حاضرین کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہوگئی تو امام صاحب کھڑے ہوئے اور فرمایا:

''اے علماء بصرہ! آج میں تمھارے سامنے وہ احادیث بیان کروں گا جن کے راوی تمھارے شہر بصرہ کے رہنے والے ہیں، مگر تم کو اس کی خبر نہیں۔''

اس کے بعد انہوں نے جتنی احادیث بیان فرمائیں اس سب کے راوی اہلِ بصرہ تھے۔ (تاریخِ بغداد، ج ۲، ص ۱۵، ۱۶)

فضل وکمال

امام بخاری اپنے فضل وکمال کے اعتبار سے بہت بلند تھے۔ تمام علومِ اسلامیہ پر اُن کی نظر وسیع تھی۔ محدثینِ کرام اور اربابِ سیر نے ان کے علمی تبحر اور صاحبِ کمال ہونے کا اعتراف کیا ہے۔

امام ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی (م ۲۵۵ھ) فرماتے ہیں کہ:

''بخاری فنِ حدیث میں مجھ سے کہیں زیادہ بصیرت رکھتے ہیں۔ خدا کی مخلوق میں سب سے بڑھ کر عقل مند ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کو انہوں نے خوب ہی سمجھا ہے۔ جب قرآن پڑھنے بیٹھتے ہیں تو ہمہ تن اس کے معنیٰ سمجھنے میں غرق ہو جاتے ہیں اور اس کی امثال اور حلال وحرام کو اس طرح سمجھتے ہیں کہ کیا کہنا۔''

(مقدمہ فتح الباری بحوالہ ترجمان السنہ، ج ۱، ص ۲۵۴)

علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ ہے وہ فرمایا کرتے تھے:

محمد بن اسماعیل آیة من آیات الله ، تمشی علی وجه الارض ما خلق الالحدیث

''امام محمد بن اسماعیل بخاری اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں جو زمین پر چلتی پھرتی نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو صرف حدیث کے لیے پیدا کیا۔''

(البدایہ والنہایہ، ج ۱۱، ص ۸۲۶)

محمد بن اسماعیل ایة من ایات الله فی بصره ونفاذه فی العلم

''امام محمد بن اسماعیل بخاری بصیرت علمی اور علوم میں تبحر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی ہیں ہے۔'' (مقدمہ فتح الباری، ص ۴۸۵)

شیوخ ومعاصرین کا اعتراف

امام صاحب کے علم وفضل، علمی تبحر اور ان کے صاحب کمال ہونے کا ان کے شیوخ واساتذہ اور معاصرین نے اعتراف کیا ہے۔

حافظ ابنِ حجر فرماتے ہیں:

''امام صاحب کی مدح میں اگر متاخرین کے اقوال نقل کیے جائیں تو کاغذ اور روشنائی ختم ہو جائے۔''

فذلک بحر لا ساحل لہ......

سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے

امام عللِ حدیث میں بہت زیادہ بصیرت رکھتے تھے۔ اور یہ علم علومِ حدیثیہ میں بہت زیادہ دقیق اور مشکل سمجھا گیا ہے۔ محدثین بالاتفاق فرماتے ہیں کہ:

''یہ علم (عللِ حدیث) نہایت غامض اور ادق اور بڑا شریف ہے۔ اس فن میں کلام کرنے کی قدرت انہیں محدثین کو ہوئی جن کی سمجھ روشن تھی، جن کے قوتِ حافظہ میں کمال تھا۔ جیسے علی بن مدینی، احمد بن حنبل، محمد بن اسماعیل بخاری اور ابوزرعہ اور جو ان کے ہم پایہ تھے۔'' (سیرت البخاری، ص ۶۴)

ابو مصعب احمد امام مالک کے شاگرد تھے۔ مامون الرشید عباسی کے عہدِ حکومت میں مدینہ منورہ کے قاضی تھے۔ ۲۴۲ھ میں وفات پائی، فرماتے ہیں:

محمد بن اسماعیل افقه عندنا وابصر بالحدیث من احمد بن حنبل

''امام محمد بن اسماعیل بخاری ہمارے خیال میں امام احمد بن حنبل سے فقاہت میں زیادہ کمال اور حدیث میں زیادہ بصیرت رکھتے ہیں۔''

امام قتیبہ بن سعید ثقفی امام مالک کے شاگرد ہیں۔ مؤلفینِ صحاحِ ستہ سوائے ابن ماجہ باقی سب کے استاد ہیں۔ ۲۴۰ھ میں وفات پائی۔ فرماتے ہیں کہ:

''میں فقہاء، محدثین، زہاد، عباد کی خدمتوں میں مدتوں رہا۔ اور ایک زمانہ تک ان کی خوشہ چینی کی۔ لیکن جب سے میں نے ہوش سنبھالا محمد بن اسماعیل بخاری جیسا جامع کمالات نہیں دیکھا۔ امام بخاری اپنے زمانہ میں فہم وفراست، عقل ودانش، حق گوئی کے اعتبار سے ویسے ہی تھے جیسے خلیفہ عمرؓ اپنے زمانے میں۔ اگر امام بخاری صحابہ میں ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نشانی ہوتے۔''

امام احمد بن حنبل جو مذہب کے ایک رکن مانے جاتے ہیں اور امامِ اہلِ سنت کے لقب سے مشہور ہیں، ۲۴۱ھ میں وفات پائی۔ فرماتے ہیں کہ:

''خراسان کی زمین نے امام بخاری جیسا کسی کو نہیں پیدا کیا۔''

علی بن حجر بڑے پایہ کے محدث تھے۔ امام بخاری کے علاوہ امام مسلم، ترمذی اور نسائی کے بھی استاد ہیں۔ ۲۴۴ھ میں وفات پائی۔ فرماتے ہیں کہ:

''خراسان نے تین شخصوں کو پیدا کیا۔ اوّل ان میں امام بخاری ہیں اور امام بخاری سب سے زیادہ فقیہ اور سب سے علم میں زیادہ ہیں۔''

حافظ رجاء بن مرجاء بڑے پایہ کے محدث تھے۔ خطیب بغدادی نے ان کو ''امام فی الحدیث'' لکھا ہے۔ ۲۴۹ھ میں وفات پائی۔ فرماتے ہیں:

فضل محمد بن اسماعیل علی العلماء کفضل الرجال علی النساء

''امام محمد بن اسماعیل بخاری کی فضیلت سارے علماء پر ایسی ہی ہے جیسے مردوں کو عورتوں پر''

اور فرماتے ہیں:

هو آية من آيات الله ، تمشي على الارض

''امام بخاری اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی جو زمین پر چلتی پھرتی ہیں''

حسین بن حریث بڑے پایہ کے محدث تھے۔ امام عبداللہ بن مبارک کے شاگرد تھے۔ اور امام بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی کے استاد ہیں۔ ۲۲۴ھ میں وفات پائی۔ فرماتے ہیں:

ما رایت مثل محمد بن اسماعیل کانه لم یخلق الا للحدیث

''میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری جیسا کسی کو نہیں دیکھا۔ گویا وہ رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں ہی کی خدمت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔''

امام ابوحاتم رازی امام بخاری کے شاگرد تھے۔ ۲۷۷ھ میں انتقال کیا۔ فرماتے ہیں کہ:

''خراسان میں امام بخاری جیسا کوئی احفظ پیدا نہیں ہوا اور نہ خراسان سے عراق کی طرف امام بخاری جیسا ذی علم کوئی آیا ہے''

امام مسلم جو صحیح مسلم کے مصنف ہیں اور امام بخاری کے شاگرد ہیں، ۲۶۱ھ میں وفات پائی۔ امام بخاری کی خدمت میں حاضر ہو کر فرمایا:

اشهد انه ليس في الدنيا

''میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ جیسا صاحب کمال دنیا میں پیدا نہیں ہوا۔''

امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی بڑے پایہ کے محدث تھے۔ امام بخاری کے ہم عصر تھے۔ اربابِ سیر نے ان کو ائمہ مسلمین میں شمار کیا ہے، ۲۵۵ھ میں وفات پائی۔ فرماتے ہیں کہ:

''میں حرمین، حجاز، شام، عراق، سب جگہ پھرا اور علمائے کرام سے ملاقات کی

،لیکن امام بخاری جیسا جامع کسی کونہیں پایا۔امام بخاری ہم سے کہیں بڑھ کر فقیہ، عالم و طالب تھے۔''

امام محمد بن اسحاق بڑے پایہ کے محدث تھے۔امام بخاری کے شاگرد تھے ۔ان کے بارہ میں امام دارقطنی فرماتے ہی کہ:

''روئے پر احادیث وسنن کے صحیح الفاظ اور زیادات کی یادداشت رکھنے والا ان کی مانند کوئی اور شخص نہیں۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سنن واحادیث کا تمام ذخیرہ ان کی نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے۔'' (تذکرۃ الحفاظ ج۲ص ۲۸۹)

امام بخاری کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ:

''امام بخای سے بڑھ کر احادیث رسول اللہ ﷺ کا عالم آسمان کے نیچے کوئی نہیں ہے''

محمد بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ علمائے بغداد نے امام صاحب کو ایک خط لکھا جس میں امام بخاری کو مخاطب کر کے یہ شعر لکھا:

(ترجمہ)''اے امام بخاری ! جب تک آپ زندہ ہیں مسلمانوں میں خیر و برکت ہے۔خدانخواستہ جس وقت آپ نہیں ہوں گے تو اس وقت خیر و برکت نہیں رہے گی۔''

علامہ بدرالدین عینی شارح صحیح بخاری ہیں اور مسلک حنفی سے تعلق رکھتے تھے۔۸۵۵ھ ان کا سن وفات ہے۔امام بخاری کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ:

''امام بخاری حدیثوں کے پرکھنے والے اہل بصیرت و اہلِ شہرت ہیں، اہل اسلام کے لیے حجت ہیں۔علمائے ثقات نے ان کی فضیلت کا اقرار کیا ہے۔''

علامہ ابنِ عابدین شامی صاحب ردالمختار شرح درالمختار (حنفی) فرماتے ہیں کہ:

''امام بخاری رسول اللہ ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی امت میں ایسا بے نظیر شخص پایا گیا ہے جو بے مثل ہے۔جس کا وجود ایک نعمتِ کبریٰ ہے، جو امیر المومنین فی الحدیث ہیں، سلطان المحدثین ہیں، امام ہیں، مجتہد ہیں، ناقد و بصیر ہیں، ان کی جلالتِ قدر پر، حفظ پر، اتقان پر تمام دنیا کے ثقہ لوگوں نے اتفاق کیا ہے

شیخ نور الحق دہلوی بن شیخ عبدالحق دہلوی جنہوں نے صحیح بخاری کی شرح فارسی بنام ''تیسیر القاری'' لکھی ہے، ۱۰۷۳ھ میں وفات پائی۔ امام صاحب کے بارے میں اپنی شرح کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ:

''وے امام بخاری در زمان خود، در حفظ و اتقان آں و فہم معانی کتاب و سنّت، وحدتِ ذہن وجودت قریحہ، وفور فقہ وکمال زہد، غایت ورع وکثرت اطلاع بر طرق و حدیث وعلل آں دقت نظر وقوت اجتہاد واستنباط فروع از اصول نظیرے داشت۔''

(ماخوذ از سیرت البخاری، ص ۱۱۸ تا ۲۳۵)

اخلاق وعادات

امام بخاری کی مقدس زندگی میں بعض ایسی شائستہ خصوصیات پائی جاتی ہیں جن سے بڑے بڑے لوگوں کا اَخلاقی دامن خالی ہے۔

خودداری: امام صاحب کی طبیعت حد درجہ غیور تھی۔ اور خودداری کے وصف سے بہت زیادہ متصف تھے۔ اور اپنے اس وصف میں اس حد تک بڑھے ہوئے تھے کہ اعیانِ حکومت کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ خطیب بغدادی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ:

''ایک دفعہ امیرِ بخارا خالد بن احمد نے ان سے درخواست کی کہ وہ قصرِ شاہی میں آ کر شہزادوں کو تعلیم دیں۔ امام صاحب نے اس کی یہ درخواست نامنظور کی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر آپ اپنے شہزادوں کو تعلیم دلانا چاہتے ہیں تو ان کو میرے درس میں بھیج دیں، میں قصرِ شاہی میں نہیں آ سکتا۔ امیرِ بخارا نے کہا کہ اس کی ایک اور صورت یہ ہو سکتی ہے کہ جب میرے بیٹے آپ سے تعلیم حاصل کریں تو اس وقت دوسرے طالب علم اُن کے ساتھ نہ ہوں۔ امام صاحب نے اس کی یہ درخواست بھی نامنظور کی اور فرمایا: ''میری مجلس عام ہے، جس کا جی چاہے آ کر شریک ہو۔'' امیرِ بخارا آپ کے اس جواب سے آپ سے ناراض ہو گیا اور حکم دے دیا کہ میرے شہر سے نکل جاؤ۔ امام صاحب نے وطن سے نکلنا منظور کر لیا مگر علم کی ذلت گوارہ نہیں کی۔''

(تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۳۳)

حافظ ابنِ حجر فرماتے ہیں کہ:

''امام بخاری کی خودداری کا خیال اس درجہ بلند تھا کہ خود اُن کا قول ہے کہ:

''میں نے اپنے استاد علی بن مدینی کے سوا اور کسی کے مقابلہ میں اپنے کو چھوٹا نہ سمجھا۔''

(تہذیب التہذیب، ج ۹، ص ۵۰)

سادگی اور قناعت: امام بخاری سادگی اور قناعت کے وصف سے بھی متصف تھے۔ تمام زندگی کسی امیر یا بادشاہ کی فیاضی سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ ان کے والد اسماعیل بن ابراہیم نے ورثہ میں کافی مال و دولت چھوڑا۔ اس پر آخری عمر تک قناعت کی۔''

(مقدمہ فتح الباری، ص ۴۸۰)

انکساری کے وصف سے بھی متصف تھے۔ رواداری اور بے تعصبی بھی ان کا بے نظیر وصف تھا۔ ورزش کے بہت شوقین تھے۔ تیر اندازی میں بھی دسترس حاصل تھی۔ آپ کا تیر کبھی بھی خطا نہیں ہوا تھا۔ صفائی کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے کہ فرش پر ایک تنکا کا پڑا رہنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ ان کا حلقہ درس بہت وسیع تھا۔ اسلامی دنیا کے ہر حصہ سے طلباء ان کی مجلس درس میں شریک ہوتے تھے۔ مجلسِ درس کبھی مسجد میں اور کبھی ان کے مکان پر منعقد ہوتی تھی۔ دونوں جگہ صفائی کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔

حافظ ابنِ حجرؒ لکھتے ہیں کہ:

''ایک دفعہ اثنائے درس میں ایک طالب علم نے اپنی داڑھی سے ایک تنکا نکال کر فرش پر ڈال دیا۔ امام صاحب کی جب اس پر نظر پڑی تو چپکے سے اٹھے اور تنکے کو اٹھا کر باہر گلی میں پھینک دیا۔'' (مقدمہ فتح الباری، ص ۴۸۲)

زہد و تقویٰ: زہد و تقویٰ کے وصف سے بہت زیادہ متصف تھے۔ اپنے والد کے ترکہ سے بہت زیادہ مال پایا تھا۔ اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے تھے اور خود بسا اوقات دو تین بادام پر ایک دن گزارہ کرنا پڑتا۔

تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس وقت مجھے غیبت کی حرمت معلوم ہوئی اس وقت سے میں نے کسی کی غیبت نہیں کی۔ اور اللہ تعالیٰ سے مجھے

امید ہے کہ وہ اس بارے میں میرا محاسبہ نہیں کرے گا۔

امام بخاری ایک دفعہ بیمار ہوئے۔طبیب نے ان کا قارورہ دیکھا۔اس نے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ آپ سالن استعمال نہیں کرتے ۔ امام صاحب نے فرمایا: ''چالیس سال سے سالن استعمال کرنے کا اتفاق نہیں ہوا۔'' (مقدمہ قسطلانی، ص ۳۱)

دورِ ابتلاء وآزمائش

۲۵۰ھ میں امام بخاری نے نیشاپور کا سفر کیا۔ جب آپ نیشاپور پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے آپ کا بہت زیادہ خیر مقدم کیا۔ حافظ ابنِ حجر نے مقدمہ فتح الباری میں امام مسلم کا یہ قول نقل کیا:

''جب امام بخاری نیشاپور پہنچے تو اہل نیشاپور نے اس دھوم دھام سے آپ کا استقبال کیا کہ ایسا استقبال کسی والیانِ ملک اور سلاطین کا بھی نہیں ہوتا۔''

امام بخاری نیشاپور پہنچنے کے بعد درس وتدریس حدیث میں لگ گئے اور لوگ جوق در جوق آپ کی مجلس میں حاضر ہونے لگے۔اس وقت نیشاپور میں امام محمد بن یحییٰ ذہلی جو اپنے وقت کے بلند پایہ محدث تھے، انہوں نے اپنے شاگردوں کو حکم دیا کہ وہ امام بخاری کی مجلس میں حاضر ہوا کریں۔اس کا یہ اثر ہوا کہ امام ذہلی کی مجلس درس کی رونقیں ماند پڑ گئیں۔

ایک دن امام ذہلی نے اپنی مجلس میں فرمایا کہ میں کل امام محمد بن اسماعیل سے ملاقات کے لیے جاؤں گا۔ جو طالب علم میرے ساتھ جانا چاہیں میرے ساتھ چلیں اور اپنے طلباء کو سختی سے ہدایت بھی کی کہ وہاں کوئی اختلافی مسئلہ نہ چھیڑا جائے جس کی بدولت مجھ میں اور محمد بن اسماعیل میں رنجش پیدا ہو جائے ۔اگر کوئی جواب ہمارے خلاف ہوا تو خراسان کے لوگ ہمارا مذاق اڑائیں گے اور غیر اقوام کو اہلِ سنّت کے اختلاف پر ہنسی اڑانے کا موقع ہاتھ آجائے گا۔اس لیے میں تاکید کرتا ہوں کہ امام بخاری کی مجلس میں کوئی سوال نہ کیا جائے۔

دوسرے دن امام ذہلی اپنے طلباء کے ساتھ امام بخاری کی مجلس میں

حاضر ہوئے اور وہاں وہی صورت پیش آگئی جس کا امام ذہلی کو خوف تھا۔ایک شخص نے امام بخاری سے سوال کر دیا: قرآن کے وہ الفاظ جو ہماری زبان سے نکلتے ہیں کیا وہ مخلوق ہیں۔اس کے اصلی الفاظ یہ تھے: **لفظي بالقرآن مخلوق ؟** امام بخاری خاموش رہے۔اس نے دوبارہ سوال کیا تو امام صاحب نے فرمایا:

القرآن كلام الله غير مخلوق الفاظنا من افعالنا وافعالنا مخلوقة الامتحان عنه بدعة

"قرآن کلامِ الٰہی اور غیر مخلوق ہے۔جو الفاظ ہماری زبان سے نکلتے ہیں وہ ہمارے الفاظ ہیں اور ہمارے الفاظ ہماری زبان کی ایک حرکت ہے۔اس لیے ہمارا ایک فعل ہے اور افعال مخلوق ہیں اور اس مسئلہ میں امتحان لینا بدعت ہے۔"

(مقدمہ فتح الباری،ص۴۹۱)

امام صاحب نے مختصر لفظوں میں درحقیقت اس بحث کا فیصلہ کر دیا تھا کہ اگر قرآن کا مفہوم نفسِ کلام سے ہے تو کلام اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت کیونکر مخلوق ہو سکتی ہے۔اگر وہ الفاظ مراد ہیں جو ہماری حادث زبانوں سے نکلتے ہیں تو چونکہ وہ مخلوق کا ایک فعل ہے لہٰذا ان کے مخلوق ہونے میں کلام نہیں۔

لیکن امام ذہلی اور ان کے ساتھی اس دقیق جواب کو سمجھ نہ سکے۔اور انہوں نے امام صاحب کی شدت سے مخالفت شروع کر دی۔اور اس واقعہ کو اس قدر بڑھایا اور شہرت دی کہ امام صاحب کی ہردلعزیزی میں فرق آ گیا۔اور امام ذہلی نے امام صاحب کی مخالفت میں یہ کہنا شروع کر دیا کہ جو شخص **لفظي القرآن مخلوق** کا قائل ہو وہ ہماری مجلس میں نہ آیا کرے۔امام مسلم نے جب امام ذہلی کا یہ اعلان سنا تو انہوں نے امام بخاری سے عقیدت اور محبت کی وجہ سے امام ذہلی کی مجلس میں جانا ترک کر دیا۔ اور ان کی جو تقریریں قلم بند کی تھیں وہ سب امام ذہلی کو واپس کر دیں اور ان سے قطع تعلق کر لیا۔(مقدمہ فتح الباری،ص۴۹۱،۴۹۲)

جب امام ذہلی نے اس مسئلہ کو زیادہ ہوا دی اور عوام میں اس کا بہت

چرچا ہونے لگا تو امام بخاری نے فیصلہ کرلیا کہ اب ان کا نیشاپور میں قیام کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ چنانچہ آپ نے نیشاپور کو خیر باد کہا اور اپنے وطن بخارا تشریف لے آئے۔ جب آپ نیشاپور سے بخارا پہنچے تو اہلِ بخارا نے آپ کا پُر جوش استقبال کیا۔

امام بخاری کا مسلک

امام کے مسلک کے بارے میں علمائے کرام میں اختلاف ہے۔ علامہ تقی الدین سبکی (م ۷۷۱ھ) اور محی السنہ نواب صدیق حسن خان (م ۱۳۰۷ھ) نے ان کو شافعی بتایا ہے۔ (طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۱۱۔ ابجد العلوم ص ۸۱۰)

حافظ ابنِ حجر (م ۸۵۲ھ) کے نزدیک امام بخاری کے مباحثِ فقیہہ کا غالب حصہ امام شافعی کے مسلک سے ماخوذ ہے۔ (فتح الباری، ج ۱ ص ۱۲۳)

حافظ ابنِ قیم (م ۸۵۱ھ) کی تحقیق ہے کہ امام بخاری حنبلی المذہب تھے۔ (اعلام الموقعین، ج ۱ ص ۲۲۶)

علامہ طاہر الجزائری (م ۱۳۳۲ھ) کی نظر میں امام بخاری مجتہد مطلق تھے۔ (توجیہ النظر، ص ۱۸۵) اور مولانا انور شاہ کشمیری (م ۱۹۳۲ھ) کی بھی یہی رائے ہے کہ امام بخاری بلاشک وشبہ مجتہد مطلق تھے۔ (فیض الباری، ج ۱ ص ۸۵)

سنن کی پابندی: احادیث کا سلسلہ رسول اللہ ﷺ سے شروع ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرامؓ جس قدر آپ ﷺ کے اقوال وافعال وتقریرات کے شیدا اور شیفتہ تھے اس کا اندازہ قیاس سے باہر ہے۔ صحابہ کرام کے حالات میں بے شمار واقعات سنن کی پیروی میں آپ کو ملیں گے۔ محدثین کرام بھی سنن کی پابندی میں بہت مشہور تھے اور ان کو رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال اور تقریرات پر عمل کرنے کا جنون تھا۔

امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے تدریب الراوی میں محدثین کی سنن پر پابندی کے کئی واقعات نقل کیے ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ:

''کوئی حدیث میں نے ایسی نہیں پڑھی جس پر میں نے عمل نہیں کیا۔ حتی کہ جب میں نے یہ پڑھا کہ آپ ﷺ نے پچھنی لگائی اور حجام کو ایک اشرفی دی تو میں نے بھی پچھنی

لگائی اور حجام کو ایک اشرفی دی۔"

امام وکیع کا قول ہے کہ:

"اگر حدیث یاد کرنا چاہو تو اس پر عمل کرو۔"

امام بخاری بہت بڑے متبع سنّت تھے۔ پوری زندگی کوئی کام ایسا نہیں کیا جو خلافِ سنّت ہو۔ ان کی پوری زندگی سنّتِ نبوی کا مرقع تھی۔

ملفوظات

امام بخاری کے بہت سے ملفوظات کتبِ سیر میں اربابِ سیر نے نقل کیے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

۱۔ "اگر تم سے علمِ حدیث کی تحصیل بوجہ مشقت ہائے کثیرہ ممکن نہ ہو تو تم علمِ فقہ ہی حاصل کرو۔ جس میں سفر کی تکلیفوں سے نجات مل جائے گی، اور علمِ فقہ باوجود سہل ہونے کے حدیث ہی کا ثمرہ ہے۔"

"انسان کو ایسی حالت میں رہنا چاہیے کہ اگر وہ دربارِ الٰہی میں سوال کرے تو اس کا سوال رد نہ کیا جائے۔"

فرماتے تھے کہ:

"میں نے دربارِ الٰہی میں درخواست کی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں اسی وقت منظور کرلیں۔ اس سے مجھے خوف ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری مزدوریوں کا بدلہ یہیں مل جائے اور آخرت گھاٹے میں رہے۔ اس لیے میں نے درخواست کرنی ترک کردی۔"

۳۔ "حلال روزی کھانا چاہیے، سچ بولنا چاہیے، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیے، اس کے ساتھ اخلاص اور محبت پیدا کرنا چاہیے، اس سے کبھی غفلت نہ کرنا چاہیے۔"

(ماخوذ از سیرت البخاری)

جلاوطنی

نیشاپور سے واپس آنے کے بعد امام صاحب درس و تدریس اور افتاء میں مصروف ہوگئے۔ اور بخارا کے علاوہ دوسرے اسلامی ممالک کے لوگ آپ کے درس

میں شریک ہونے لگے کہ امیر بخارا نے آپ سے درخواست کی کہ میرے بچوں کو قصرِ شاہی آکر تعلیم دیں۔ لیکن امام صاحب کی غیور طبیعت نے اس کو گوارہ نہ کیا اور کہلا بھیجا کہ اگر آپ اپنے بچوں کو تعلیم دلانا چاہتے ہیں تو میرے پاس میرے گھر میں بھیج دیں۔ پیاسا کنویں کی طرف جاتا ہے اور کبھی کنواں پیاسے کے پاس نہیں گیا۔ امیرِ بخارا نے امام صاحب کا یہ جواب سن کر کہا کہ دسری صورت یہ ہے کہ جب میرے بچے آپ کے پاس تعلیم حاصل کرنے کے لیے آئیں تو اس وقت دوسرے طالب علم موجود نہیں ہونے چاہئیں، میرے بچے اکیلے ہی آپ سے تعلیم حاصل کریں۔ امام صاحب نے امیرِ بخارا کی یہ بات بھی ماننے سے انکار کردیا اور فرمایا کہ میرے درس میں کسی امیر غریب کی تمیز نہیں ہے، جو بھی آئے وہ مجھ سے تعلیم حاصل کرسکتا ہے۔ امیرِ بخارا امام صاحب کے اس جواب سے ناراض ہوگیا اور بخارا سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ امام صاحب بخارا سے جلاوطن ہوکر سمرقند کے ایک چھوٹے سے قصبہ خرتنگ آگئے۔ وہاں آپ کے بعض رشتہ دار مقیم تھے۔ جلاوطنی کا آپ کو بہت غم تھا۔

وفات

ایک دن امام بخاری نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

''یا اللہ تیری زمین باوجود وسعت کے میرے لیے تنگ ہوگئی۔ اس لیے مجھ کو اپنے پاس بلالے۔''

عجیب اتفاق ہے کہ دعا ایسی قبول ہوئی کہ تھوڑے ہی دنوں میں بعد شوال کی چاند رات دو شنبہ کے دن ۲۵۶ھ میں ۶۲ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اور عید کے روز نمازِ ظہر کے بعد تجہیز و تکفین ہوئی۔ (مقدمہ فتح الباری، ص ۴۹۴)

ان کے جنازے میں بڑے بڑے علماء، محدثین اور امراء شریک تھے۔ ایک شاعر نے آپ کے سالِ ولادت و سالِ وفات اور آپ کی عمر پر دو شعر کہے۔

کان البخاری حافظا و محدثا جمع الصحیح ، مکمل التحریر
میلاده صدق ومدة عمره فیها حمید وانقضی فی نور

خطیب بغدادی نے اپنی سند سے عبدالواحد بن آدم کا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ

''میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو آپ کے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ دیکھا، کہ آپ ﷺ ایک جگہ کسی کے انتظار میں کھڑے ہیں، میں نے سلام عرض کر کے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا: کہ کس کا انتظار ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

أنتظر محمد بن اسماعیل البخاری

''میں محمد ان اسماعیل بخاری کا منتظر ہوں''

چند روز بعد جب امام بخاری کے انتقال کی خبر ملی تو میں نے اپنے خواب کے وقت کو ملایا، تو امام صاحب کے انتقال کا وہی دن اور وقت نکلا جو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔

(تاریخِ بغداد، ج ۲، ص ۳۴)

حافظ ابنِ حجر مقدمہ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ۔

''امام بخاری کی قبر سے مشک وعنبر سے زیادہ خوشبو آنے لگی، اور لوگ یہ ماجرا دیکھ کر تبرک کے طور پر مٹی اٹھا کر گھر لے جانے لگے۔ حکومت کو پہرہ لگانا پڑا کہ کہیں قبر کا نشان ہی باقی نہ رہے۔''

باب (۲)

اساتذہ وتلامذہ

امام بخاری کے اساتذہ وشیوخ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری میں امام صاحب کا یہ قول نقل کیا ہے:

کتبت عن الف وثمانین نفسا لیس فیهم الا صاحب حدیث

''میں نے ۱۰۸۰ آدمیوں سے حدیثیں لکھیں، وہ سب کے محدث تھے۔''

یہاں آپ کے گیارہ جلیل القدر اساتذہ کے مختصر احالات درج کیے جاتے ہیں۔

محمد بن سلام بیکندی: ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ امام عبداللہ بن مبارک اور سفیان بن عیینہ کے شاگرد تھے۔ ممتاز حافظِ حدیث تھے۔ علومِ اسلامیہ کی اشاعت میں ۸۰ ہزار درہم خرچ کیے۔ اور تحصیلِ علم کے لئے دور دراز ممالک کا سفر کیا۔ امام بخاری کے علاوہ امام دارمی اور امام عبیداللہ بن واصل اور کئی دوسرے ممتاز محدثین ان کے شاگرد ہیں۔ صفر ۲۲۵ھ میں اس دنیائے فانی سے رحلت فرمائی۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۱۳۷)

عبداللہ بن محمد مسندی: ان کی کنیت ابوجعفر ہے۔ بخارا کے رہنے والے تھے۔ ممتاز حافظِ حدیث تھے۔ سفیان بن عیینہ، فضل بن عیاض کے شاگرد تھے۔

امام ابوحاتم نے ان کو صدوق کہا ہے اور امام حاکم نے ان کو امامِ حدیث لکھا ہے کہ اپنے زمانہ میں بلا انزاع ماوراء النہر کے علاقے میں حدیث کے امام تھے۔

۱۲۹ھ ولادت ہے۔ اور ذی قعدہ ۲۲۹ھ میں وفات پائی۔

(تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۳۶۱)

ابراہیم الاشعث: بخارا ان کا مولد ومدفن ہے۔ فضیل بن عیاض اور سفیان بن عیینہ کے شاگرد تھے۔ اپنے زمانہ کے امامِ حدیث تھے۔ امام بخاری کے علاوہ امام عبداللہ بن

حمید صاحب مسند حمیدی بھی ان کے شاگرد تھے۔ (سیرت البخاری، ص ۴۹)

محمد بن عبداللہ انصاری: ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ بلند پایہ حافظِ حدیث اور چوٹی کے عالم تھے۔ ان کا شمار سفیان بن عیینہ کے ارشد تلامذہ میں ہوتا ہے۔ مؤلفینِ صحاح ستہ میں امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام ابنِ ماجہ ان کے شاگرد ہیں۔ مشہور محدثِ اندلس بقی بن مخلد نے بھی ان سے اکتسابِ فیض کیا۔

امام ابو حاتم نے ان کو ثقہ بتایا ہے۔ آپ علم، فہم، سنت اور زہد جیسے صفاتِ عالیہ سے متصف تھے۔ شعبان یا رمضان ۲۳۴ھ میں اس دنیاء فانی سے رحلت فرمائی۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۵۳۲۹)

ابو عاصم ضحاک بن مخلد بصری: بصرہ کے رہنے والے تھے۔ سلیمان تیمی اور ابنِ جریج کے شاگرد تھے۔ ممتاز حافظِ حدیث تھے۔ ان سے امام بخاری کے علاوہ امام احمد اور امام دارمی اور کئی دوسرے کبار محدثین نے استفادہ کیا۔ ۱۴/ ذی الحجہ ۲۱۲ھ کو انتقال کیا۔
(تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۲۸۱) (اردو)

آدم بن ابی ایاس: ان کی کنیت ابوالحسن ہے۔ خراسان کے شہر مرو کے رہنے والے تھے۔ لیکن عسقلان میں سکونت اختیار کر لی۔ بہت بڑے امامِ حدیث تھے۔ امام ابو حاتم نے ان کو ثقہ اور مامون کہا ہے۔ بہت بڑے عبادت گزار تھے امام شعبہ سے بہت زیادہ اکتسابِ فیض کیا۔ ان کے علاوہ امام ابنِ ابی ذہب اور امام لیث بن سعد سے بھی استفادہ کیا۔ ان کے تلامذہ میں امام بخاری کے علاوہ ،، مشہور محدث ابو زرعہ اور ابو حاتم بھی شامل ہیں۔ جمادی الثانی ۲۲۰ھ میں ۸۸ سال کی عمر داعی اجل کو لبیک کہا۔
(تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ۳۰۹) (اردو)

قتیبہ بن سعید ثقفی: ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کا مولد قصبہ بغلان (جو بلخ کے قریب ہے) ہے۔ ان کے اساتذہ میں امام مالک بن انس، اسماعیل بن علیہ، سفیان بن عیینہ، اور وکیع بن الجراح جیسے ائمہ حدیث شامل ہیں۔ حافظ ذہبی نے ان کو ''محدثِ خراسان'' کا لقب دیا ہے۔ ثقاہت میں ان کا درجہ بہت بلند تھا۔

امام بخاری کے علاوہ ان سے احمد بن حنبل، ابوبکر بن ابی شیبہ، ابو حاتم رازی، امام ابوداؤد سجستانی نے بھی استفادہ کیا۔

۲ شعبان ۲۴۰ھ کو اپنے وطن میں بغلان میں ۹۱ سال کی عمر میں وفات پائی۔ (شذرات الذهب، ج ۲، ص ۹۵۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۳۳۔ تہذیب التہذیب، ج ۸، ۳۶۰۸)

احمد بن حنبل: امام احمد بن حنبل ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے۔ بغداد ان کا مولد و مدفن ہے۔ امام ابو یوسف، امام حدیث ہشیم بن بشیر ابو حازم واسطی سے استفادہ کے بعد کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ، یمن، شام اور جزیرہ کا سفر کیا۔ اور ہر جگہ نامور محدثین سے استفادہ کیا۔ ان کے اساتذہ میں سفیان بن عیینہ، ابوداؤد طیالسی، عبدالرحمٰن بن مہدی اور وکیع بن الجراح شامل ہیں۔ امام محمد بن ادریس شافعی سے اکتسابِ فیض کیا۔

فراغتِ تعلیم کے بعد ۴۰ سال کی عمر میں درس دینا شروع کیا یہ بھی ان کا کمالِ اتباعِ سنّت تھا کہ انہوں نے عمر کے چالیسویں سال جو سن نبوت ہے، علومِ نبوت کی اشاعت شروع کی۔

امام احمد بن حنبل کی زندگی زہد و توکل میں یکتائے روزگار تھی۔ انہوں نے اپنی زندگی میں چار خلفاء کا زمانہ دیکھا۔ مامون، معتصم، واثق اور متوکل۔ لیکن آپ نے کسی خلیفہ کا عطیہ قبول نہیں کیا۔

امام صاحب کو دورِ ابتلاء و آزمائش سے بھی گزرنا پڑا۔ جب معتزلہ نے عقیدہ خلقِ قرآن کو کفر و ایمان کا معیار بنا دیا۔ امام صاحب نے اس عقیدہ کی سخت مخالفت کی۔ بڑے بڑے علماء حکومت کی سختی برداشت نہ کر سکے۔ لیکن امام صاحب کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ آپ کو زبردست کوڑے مارے گئے، لیکن آپ ثابت قدم رہے۔ اور ہر کوڑے کی ضرب پر آپ فرماتے:

اعطونی شیئا من کتاب اللہ وسنت رسولہ حتی اقول بہ

''میرے سامنے اللہ کی کتاب یا اس کے رسول ﷺ کی سنّت میں سے کوئی

دلیل پیش کرو تا کہ میں اس کو مان لوں۔"

فتنہ خلقِ قرآن میں ان کی ثابت قدمی کی وجہ سے تمام عالمِ اسلام ان کی شہرت سے معمور تھا۔ امام احمد بن حنبل کے علم و فضل کا اعتراف بلند پایہ محدثین اور اربابِ سیَر نے کیا ہے۔ ان کے استاد محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں کہ:

"میں بغداد سے نکلا تو میں نے اپنے پیچھے کوئی آدمی ایسا نہیں چھوڑا جو علم و فضل اور فقہ و دانش میں احمد بن حنبل سے بڑھا ہوا ہو۔"

امام علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ:

"فتنہ ارتداد کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور فتنہ خلقِ قرآن کے وقت امام احمد بن حنبل کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے دینِ اسلام کی مدد کی۔"

امام ابوعبید فرماتے ہیں:

"حدیث و سنت میں نہ امام احمد بن حنبل سے بڑا کوئی عالم ہے اور نہ علمائے اسلام میں ان کا کوئی مقابل ہے۔"

امام صاحب نے کئی کتابیں مرتب کیں، لیکن ان کی سب سے مشہور کتاب "مسند احمد بن حنبل ہے" جس میں سات سو صحابہ کرامؓ کی روایات جمع کی گئی ہیں۔ روایات کی تعداد علمائے اسلام نے ۴۰ ہزار بتائی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے ۷۷ سال کی عمر میں ۱۲ ربیع الاول ۲۴۱ھ کو خلیفہ متوکل کے عہدِ حکومت میں انتقال کیا۔ ان کے جنازہ میں ڈھائی لاکھ آدمیوں نے شرکت کی۔ (طبقاتِ الشافعیۃ الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۰۱، احمد بن حنبل از ابوزہرہ مصری، ص ۳۴، البدایہ والنہایہ، ج ۱۰، ص ۳۳۶۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۳۲۳، ۳۳۴ (اردو)۔ ترجمان السنۃ، ج ۱، ص ۲۴۸)

<u>اسحاق بن راہویہ</u>: ان کی کنیت ابویعقوب ہے۔ والد کا نام ابراہیم تھا۔ مرو کے رہنے والے تھے مگر نیشاپور میں سکونت اختیار کر لی۔ ۱۶۳ھ ان کا سن ولادت ہے۔ امام عبداللہ مبارک، فضیل بن عیاض اور کئی نامور محدثین سے اکتسابِ فیض کیا۔ صحاح ستہ کے مؤلفین میں سوائے ابنِ ماجہ کے امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین بھی ان کے شاگرد ہیں

علمِ حدیث سے ابتدا ہی سے شغف تھا۔ اور اس کے حصول کے لیے بہت زیادہ محنت کی۔ مگر تفسیر اور فقہ میں بھی ان کو دسترس حاصل تھی۔ علمائے اسلام نے ان کو تفسیر، حدیث اور فقہ کا جامع بتایا ہے۔ امام یحییٰ بن معین فرمایا کرتے تھے کہ:

''اسحاق علم میں مجھ سے بڑے ہیں اور میں عمر میں ان سے بڑا ہوں۔''

عادات و اخلاق کے اعتبار سے امام اسحاق بن راہویہ ممتاز تھے۔ ان کے صدوق اور ثقہ ہونے کی محدثین اور اربابِ سیر نے گواہی دی ہے۔ زہد و تقویٰ میں بھی بہت ممتاز تھے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں محمد بن اسلم طوسی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

''جب ان کو امام اسحاق بن راہویہ کی وفات کی خبر ملی تو فرمایا: ''میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی خشیت اسحاق بن راہویہ سے بڑھ کر ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ [اللہ تعالیٰ کے بندوں میں علماء ہی اس سے زیادہ ڈرتے ہیں]۔ اور یہ سب لوگوں سے بڑے عالم تھے۔ اگر سفیان ثوری، حماد بن زید اور حماد بن سلمہ زندہ ہوتے تو ان کے محتاج ہوتے۔''

امام اسحاق بن راہویہ نے ۷۷ سال کی عمر میں ۱۵ شعبان ۲۳۸ھ کو وفات پائی۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۳۲۵ (اردو) تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۳۷۲)

یحییٰ بن معین: ان کی کنیت ابوزکریا ہے۔ مرو کے رہنے والے تھے۔ ۱۵۸ھ ان کا سن ولادت ہے۔ والد کا نام معین تھا، جو مشہور کاتب تھے اور بڑے صاحب بصیرت تھے۔ ان کے اساتذہ میں عبداللہ بن مبارک، یحییٰ بن سعید قطان، وکیع بن الجراح، عبدالرحمٰن بن مہدی اور سفیان بن عیینہ جیسے اساطین فن شامل ہیں۔ اور ان سے اکتسابِ فیض کرنے والوں میں امام بخاری، امام مسلم، ابوداؤد، ابوزرعہ اور ابویعلیٰ موصلی جیسے نامور ائمہ حدیث شامل ہیں۔

فنِ حدیث کا ایک اہم شعبہ ''اسماء الرجال'' ہے۔ اس میں حدیث کے رواۃ پر اس حیثیت سے بحث ہوتی ہے کہ کون راوی قابلِ اعتماد ہے اور کون ناقابلِ اعتماد

۔راوی کی اخلاقی زندگی کیسی ہے، اس میں عقل وفہم کا ملکہ کس قدر ہے، اس کے علم اور قوت کا کیا حال ہے۔ چونکہ انہی بحثوں پر حدیث کی صحت اور عدمِ صحت کا فیصلہ ہوتا ہے ۔اس لیے اس فن میں کلام کرنے کے لیے غیر معمولی علم وفضل اور عقل وبصیرت کے ساتھ ساتھ خدا ترسی اور احساسِ ذمہ داری کی بھی سخت ضرورت ہوتی ہے ۔اس لیے اگر کسی راوی کی جرح ٹیں افراط کی گئی اور اس کی روایت ترک کردی گئی تو حدیث نبوی کی تکذیب ہوتی ہے۔ اور اگر تعدیل میں تفریط کی گئی تو اقوالِ رسول میں غلط باتوں کے داخل ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حدیثِ نبوی ی تحدیث وروایت کرنے والوں کی تعداد تو آپ کو بے شمار ملے گی، مگرفنِ رجال کے جاننے والوں کی تعداد بہت کم ملے گی۔

یحیٰی بن معین اس فن کے امام ہی نہیں ، بلکہ امام الائمہ تھے۔آپ نے صحیح اور عدمِ صحیح روایات کی تمیز اور رواۃ حدیث کے سیرت وکردار معلوم کرنے میں اپنی پوری ذہنی وعملی قوت صرف کردی تھی ۔ان کے اس فن اسماء الرجال میں بلند مرتبہ ہونے کا اعتراف محدثین کرام اور اربابِ سیَر نے کیا ہے۔امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ:

”یحیٰی بن معین علم الرجال کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا شخص پیدا کر دیا ہے کہ جو کاذبوں کی کذب بیانی ظاہر کر دیتا ہے۔“

امام علی بن مدینی جو خود امام جرح وتعدیل تھے، فرماتے ہیں:

”میں بغداد میں ۴۰ سال تک قیام پذیر رہا۔اس مدت میں میرے اور احمد بن حنبل کے درمیان مذاکرہ ہوتا رہتا تھا۔جب کسی حدیث کے بارے میں اختلاف ہو جاتا تو ہم اسے یحیٰی بن معین کے سامنے پیش کرتے تھے تو وہ فوراً حدیث کے مالہ وماعلیہ بتا دیتے تھے۔
“

امام ابوعبید فرماتے تھے کہ:

”علم چار آدمیوں پر ختم ہو گیا ہے :ابو بکر بن ابی شیبہ، احمد بن حنبل، علی بن مدینی اور یحیٰی بن معین، مگر ان چاروں میں یحیٰی بن معین حدیث کی صحت وسقم کو سب سے زیادہ

جاننے والے تھے۔"

امام یحییٰ بن معین نے ذی قعدہ ۲۳۳ھ میں مدینہ طیبہ میں انتقال کیا۔

جب آپ کے انتقال کی خبر عام ہوئی تو جنازہ میں شرکت کے لیے ایک مخلوق ٹوٹ پڑی۔ آپ کو سب سے بڑی سعادت یہ نصیب ہوئی کہ آپ کا جنازہ اسی چارپائی پر اٹھایا گیا تھا جس پر آنحضرت ﷺ کا جسدِ مبارک اٹھایا گیا تھا۔ جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا، لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ یہ اس شخص کا جنازہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو کذب بیان سے بچاتا تھا۔

آپ کو بقیع الغرقد کے قبرستان میں سپردِ خاک کیا گیا۔ رحمة الله علیه واسعة۔ (تہذیب التہذیب، ج ۱۱، ص ۲۸۳۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۳۲۲ (اردو) تبع تابعین، ج ۱، ص ۳۲۹)

علی بن مدینی: ان کی کنیت ابو الحسن ہے۔ مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے۔ بعد میں بصرہ میں رہائش پذیر ہو گئے ۱۶۱ھ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام عبداللہ تھا۔ اور دادا کا نام جعفر تھا۔ دونوں صاحب علم و فضل تھے۔ مدینہ ان کا وطن تھا جس کی وجہ سے مدینی مشہور ہوئے۔

آپ نے تعلیم پہلے اپنے والد عبداللہ بن جعفر سے حاصل کی۔ بعد ازاں حماد بن زید، سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید قطان، عبدالرحمٰن بن مہدی، ابو داؤد طیالسی، اسماعیل بن علیہ اور سعید بن عامر وغیرہ سے اکتسابِ فیض کیا۔

ان کے تلامذہ میں امام بخاری کے علاوہ امام ذہلی، ابو داؤد، ابو یعلیٰ موصلی جیسے ائمہ حدیث شامل ہیں۔

امام علی بن مدینی امامِ حدیث تھے۔ حدیث میں ان کے علمی تبحر کا محدثین اور اربابِ سیر نے اعتراف کیا ہے۔ ان کے استاد امام عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں کہ میں نے احادیثِ نبویؐ کا اتنا بڑا جاننے والا نہیں دیکھا۔ اور یہی رائے ان کے دوسرے استاد یحییٰ بن سعید قطان کی تھی۔ امام بخاری ان کا بہت زیادہ احترام

کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے علی بن مدینی کے علاوہ کسی کے سامنے اپنے کو حقیر نہیں سمجھا۔

ابنِ مدینی حدیث کے حافظ اور محض راوی نہیں تھے بلکہ حدیثِ نبویؐ کے عارف و ماہر تھے۔ سند و متن، رواۃ و درایت ہر چیز پر نظر تھی۔ خامیوں اور نقائص کا پورا علم رکھتے تھے۔ ابو حاتم فرماتے ہیں کہ علی بن مدینی معرفتِ حدیث و علل میں ایک علامت و نشان تھے۔ اور امام احمد بن حنبل نے بھی ان کا معرفتِ حدیث میں بلند مرتبہ ہونے کا اعتراف کیا ہے۔

عادات و اخلاق کے اعتبار سے اسلاف کا نمونہ تھے۔ ان کی پوری زندگی سننِ نبویؐ سے مرقع تھی۔ اور سنتِ نبوی کی اشاعت و ترقی میں ان کے کارنامے نمایاں ہیں۔

حافظ ابنِ حجر فرماتے ہیں:

ان کی چال ڈھال، نشت و برخاست، ان کے لباس کی کیفیت، غرض ان کے ہر قول و عمل کو لوگ اسوۂ سمجھ کر لکھ لیا کرتے تھے اور ان کی اشاعت سنت میں کوشش اور تگ و دو کے بارے میں حافظ ابنِ حجر نے امام یحییٰ بن معین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

''علی بن مدینی جب بغداد آجاتے تو سنت کا چرچا ہو جاتا تھا۔ اور جب وہ بصرہ چلے جاتے تو شیعت زور پکڑ جاتی تھی۔''

فتنہ خلقِ قرآن کے مسئلہ میں مشہور معتزلی قاضی احمد بن ابی داؤد کی مجلس میں ان کی حاضر باشی سے ان کی شہرت کو دھچکا لگا۔ لیکن جلد ہی سنبھل گئے۔ قاضی ابنِ ابی داؤد سے تعلقات منقطع کر لیے۔ اپنے کیے پر نادم ہوئے اور خلقِ قرآن کا عقیدہ رکھنے والے کو کافر سمجھتے تھے۔ امام علی بن مدینی نے ذی قعدہ ۲۳۴ھ میں سامرا میں انتقال کیا۔

(تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۳۵۱، ۳۵۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۷، ص ۳۵۱، ۳۵۲۔ تاریخِ بغداد، ج ۱۱، ص ۴۷۲، ۴۷۳)

تلامذہ

امام بخاری کے تلامذہ اور مستفیدین کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ ان کے ایک شاگرد محمد بن یوسف بن مطر بن صالح بن بشر المعروف فربری فرماتے ہیں کہ امام صاحب سے براہِ راست ۹۰ ہزار آدمیوں نے جامع صحیح کو سنا تھا۔ امام صاحب کا حلقہ درس بہت وسیع تھا۔ دنیائے اسلام کے مختلف گوشوں سے آدمی اس میں شریک ہوتے تھے۔ ان کی مجلس درس کبھی مسجد میں اور کبھی ان کے مکان پر منعقد ہوتی تھی۔ ان کے تلامذہ میں بڑے بڑے ائمہ حدیث شامل ہیں۔ یہاں آپ کے سات مشہور تلامذہ کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

مسلم بن حجاج: آپ کی کنیت ابوالحسین اور لقب حجۃ الاسلام ہے۔ نیشاپور کے رہنے والے تھے۔ ۲۰۴ھ ان کا سن ولادت ہے۔ ابتداً نیشاپور میں تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں آپ نے تحصیلِ علم کے لیے دوسرے ممالک کا سفر کیا۔ آپ نے امام محمد بن اسماعیل بخاری کے علاوہ امام احمد بن حنبل، عبداللہ مسلمہ قعنبی، سعید بن منصور اور دوسرے کئی نامور محدثین سے استفادہ کیا۔

ان کے تلامذہ میں امام ابوعیسیٰ ترمذی، ابوحاتم رازی، ابوبکر خزیمہ اور ابو عوانہ جیسے ائمہ حدیث شامل ہیں۔

امام مسلم کے علم و فضل کا اعتراف نامور محدثین نے کیا ہے۔ امام اسحاق بن راہویہ نے ان کے بارے میں پیش گوئی فرمائی:

ای رجل یکون ھذا

''خدا جانے کس بلا کا یہ شخص ہے۔''

اخلاق و عادات کے اعتبار سے بہت بلند مرتبہ تھے۔ زہد و تقویٰ میں اسلاف کا نمونہ تھے۔ پوری زندگی نہ کسی کی غیبت کی اور نہ ضرب و شتم کیا۔

امام مسلم کے مسلک کے بارے میں علمائے کرام میں اختلاف ہے۔ لیکن علمائے کرام کی یہ رائے صحیح ہے کہ وہ کسی امام کے مقلد محض نہیں تھے۔ بلکہ مجتہد مطلق

تھے۔ تصانیف میں ان کی کئی کتابیں ہیں لیکن ان کی مشہور کتاب ''الجامع الصحیح المسلم'' ہے جس کا کتب حدیث میں صحیح بخاری کے بعد نمبر آتا ہے۔ امام مسلم نے اپنی اس کتاب میں صرف وہی احادیث درج کیں ہیں جن کی صحت پر مشائخ وقت کو اتفاق تھا۔ جیسا کہ خود فرماتے ہیں:

لیس کل شیء عندی صحیح وضعته ھھنا .انما وضعت مااجمعوا علیه

''میں نے اس میں ہر اُس حدیث کو درج کیا جس کو میں صحیح سمجھتا ہوں، بلکہ صرف انہی احادیث کو درج کیا ہے جن کی صحت پر اجماع کیا ہے۔''

کتاب اللہ کے بعد صحیحین بخاری و مسلم کا مرتبہ ہے۔ امام مسلم نے اپنی اس کتاب کا ایک مقدمہ بھی لکھا ہے۔ یہ مقدمہ بڑا جامع، علمی اور تحقیقی ہے۔ اس میں فنِ روایت کے بہت سے فوائد اور اصول بیان کیے گئے ہیں۔

مقدمہ کی شرح کی طرف علمائے اہلحدیث نے خاص توجہ کی ہے۔

مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی (م ۱۳۲۹ھ) نے اس کی شرح ''النجم الوہاج'' کے نام سے لکھی ہے۔ اور دوسری شرح مولانا عبد اللہ غازی پوری (م ۱۳۳۷ھ) نے ''البحر المواج'' کے نام سے لکھی۔ تیسری شرح و ترجمہ بزبانِ اردو مولانا عبدالسلام بستوی (م ۱۳۹۴ھ) نے لکھا۔

امام مسلم نے ۲۵ رجب ۲۶۱ھ کو نیشاپور کے شہر نصیر آباد میں ۵۵ برس کی عمر میں انتقال کیا۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۴۲۰ (اردو)، سیرت البخاری، ص ۴۱۳، ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات، ص ۴۵)

محمد بن عیسیٰ ترمذی: آپ کی کنیت ابو عیسیٰ، محمد بن عیسیٰ تھا۔ ۲۰۹ھ میں ترمذ میں پیدا ہوئے۔ ان کے اساتذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ امام بخاری و مسلم کے علاوہ قتیبہ بن سعید، محمد بن بشار اور دوسرے آساطینِ فن سے استفادہ کیا۔ اور ان کے تلامذہ میں احمد بن یوسف، محمد بن محمود اور داؤد بن نصر بن سہل جیسے ائمہ حدیث شامل ہیں۔

آپ کا حافظہ بہت قوی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی غیر معمولی نعمت سے نوازا تھا۔ ان کے قوتِ حافظہ کے بے شمار واقعات تاریخ و سیر کی کتابوں میں درج ہیں

امام ترمذی زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ فرماتے ہیں کہ:

''زہد و تقویٰ اس درجہ کا حاصل تھا کہ اس سے زیادہ کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ اور خوفِ الٰہی سے بکثرت گریہ زاری کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔''

امام ترمذی حدیث کے حافظ تھے۔ اور اس کے ساتھ بہت بڑے مجتہد اور فقیہ بھی تھے۔ ان کے تفقہ پر اُن کی جامع ترمذی شاہد ہے۔ جامع ترمذی کا خاص امتیاز یہی ہے کہ وہ محض احادیث کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ فقہی اجتہاد کی کتاب بھی ہے۔ تفسیر میں بھی امام ترمذی کو کامل عبور تھا۔ جامع ترمذی میں انہوں نے ابوابِ تفسیر کے تحت میں آیاتِ قرآنی کے متعلق جو احادیث نبوی اور آثارِ صحابہ جمع کیے ہیں، ان سے تفسیر کے متعلق ان کے علمی تبحر کا اندازہ ہوتا ہے۔

امام ترمذی امام بخاری کے خاص تلامذہ میں سے تھے۔ ان کے فیض اور امام ترمذی کے حافظہ، ذوق و شوق اور تلاش و جستجو نے ان کو اس عہد کا امام بنا دیا تھا۔ اربابِ سِیَر نے ان کو امامِ حدیث لکھا ہے۔ حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ:

مات البخاری ولم یخلف بخراسان مثل ابی عیسیٰ فی العلم والحفظ والورع والزھد

''امام بخاری کے بعد خراسان میں ابو عیسیٰ (امام ترمذی) سے بڑا کوئی محدث نہیں تھا۔ وہ علم، حفظ، ورع اور زہد میں بے مثل تھے۔''

امام ترمذی کے فقہی مسلک کے بارے میں علمائے اسلام میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے ان کو شافعی یا حنبلی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے

کہ وہ خود مجتہد تھے۔

جامع ترمذی ان کی مشہور کتاب ہے۔حدیث کی جس کتاب میں آٹھ قسم کے مضامین بیان کیے جائیں اس کو جامع کہا جاتا ہے اور وہ آٹھ قسم کے مضامین یہ ہیں:
(۱) سیر (۲) آداب (۳) تفسیر (۴) عقائد (۵) فتن (۶) احکام (۷) اشراط (۸) مناقب

جامع ترمذی کے بہت سے محاسن وفضائل علمائے اسلام نے بیان کیے ہیں۔علماء کرام فرماتے ہیں:
''جس گھر میں یہ کتاب ہو گویا اس میں آنحضرت ﷺ گفتگو فرما رہے ہیں۔''

جامع ترمذی کی مشہور شرح تحفۃ الاحوذی ہے جو امامِ حدیث مولانا ابو العلی عبد الرحمٰن مبارک پوری (م ۱۳۵۳ھ) کی تصنیف کردہ ہے۔اور اس شرح کے ساتھ امام مبارک پوری نے اس کا ایک جامع علمی وتحقیقی مقدمہ بھی لکھا ہے۔

امام ترمذی نے ۱۳ رجب ۲۷۹ھ کو اپنے وطن ترمذ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔(تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۲۴۸ (اردو)، بستان المحدثین، ص ۱۲۱، تہذیب التہذیب، ج ۹، ص ۳۸۹)

<u>احمد بن شعیب نسائی</u>: آپ کی کنیت ابو عبد الرحمٰن ہے۔نام احمد بن شعیب بن علی بن سنان تھا۔۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے۔تحصیلِ علم کے لیے خراسان، عراق، حجاز، شام، جزیرہ اور مصر کا سفر کیا۔اور ہر جگہ کے اساطینِ فن سے استفادہ کیا۔ان کے اساتذہ میں اسحاق بن راہویہ، قتیبہ بن سعید، محمد بن نصر مروزی، محمد بن بشار اور امام ابوداؤد سجستانی جیسے ائمہ حدیث شامل ہیں۔امام محمد بن اسماعیل بخاری سے بہت زیادہ اکتسابِ فیض کیا۔

ان کے تلامذہ میں ابوبکر بن احمد بن محمد بن اسحاق بن السنی، ابو علی کنعانی، محمد بن قاسم الاندلسی اور علی بن جعفر طحاوی جیسے ائمہ حدیث شامل ہیں۔

امام نسائی زہد وتقویٰ میں یکتائے روزگار تھے۔صومِ داؤدی کے پابند تھے۔علمائے اسلام نے ان کے علم وفضل اور صاحبِ کمال ہونے کا اعتراف کیا ہے اور

ان کو امامِ حدیث کے لقب سے یاد کیا ہے۔ جرح رواۃ، فنِ حدیث، فنِ تنقید اور احتیاط میں اپنے معاصرین سے کہیں زیادہ فائق تھے۔

امام نسائی کا اصل فن علمِ حدیث ہے۔ لیکن دوسرے علومِ دینیہ میں بھی ان کو دسترس حاصل تھی۔ تفسیر اور قراءت میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ اور فقہ و فقہی احکام کے استنباط میں بھی ان کا پایہ بہت بلند تھا۔

ان کے مسلک کے بارے میں بھی علمائے اسلام میں اختلاف ہے۔ بعض نے ان کو شافعی لکھا ہے اور بعض نے حنبلی لکھا ہے۔

تصنیف میں ان کی کئی کتابیں ہیں۔ لیکن صحاحِ ستہ میں ان کی سننِ صغریٰ شامل ہے۔ امام نسائی امام بخاری سے بہت زیادہ متاثر ہیں۔ اس لیے انہوں نے اپنی کتاب میں امام بخاری اور امام مسلم کے طریقے کو جمع کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ علامہ ابن رشد (م ۷۲۱ھ) فرماتے ہیں:

''یہ کتاب علم سنن میں جتنی کتابیں تالیف ہوئیں ہیں، ان میں تصنیف کے لحاظ سے انوکھی اور ترتیب کے لحاظ سے بہترین ہے۔ اور بخاری و مسلم دونوں کے طریقہ کی جامع ہے۔ نیز عللِ حدث کے ایک خاص حصہ کا بیان بھی اس میں آ گیا ہے۔''

سنن نسائی کی شرح مشہور اہلِ حدیث عالم اور محقق مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی (م ۱۴۰۸ھ) نے بنام ''التعلیقات السّلفیہ'' لکھی ہے۔ یہ شرح بڑی جامع، علمی، تحقیقی اور بہترین حدیثی فوائد پر مشتمل ہے۔ اس شرح کے عمدہ اور نفیس ہونے کا اعتراف پاک و ہند کے علمائے کرام کے علاوہ عالمِ اسلام کے علماء نے بھی کیا ہے۔ اور مصنف کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

امام نسائی نے مصر میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ اور مصر میں ان کو بہت عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اور ان کے علم و فضل کا بہت زیادہ شہرہ تھا۔ آپ کی مقبولیت سے حاسدین نے حسد کیا۔ ۳۰۲ھ میں امام صاحب نے حج کے ارادہ سے مصر سے نکلے اور دمشق پہنچے۔ اور وہاں ایک مصیبت میں مبتلا ہوئے اور شہادت تک

نوبت پہنچی۔ اسی حالت میں مکہ معظمہ لے جانے کا حکم دیا۔ وہاں پہنچ کر اس دنیائے فانی سے کوچ کیا۔ ان کی تدفین صفا اور مروہ کے درمیان عمل میں آئی۔ ان کی وفات شعبان ۳۰۰ھ میں ہوئی۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۴۸۶ (اردو)، تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۳۷، تاریخ ابنِ خلکان، ج ۱، ص ۲۵۲)

ابو حاتم رازی: آپ کا اسم گرامی محمد بن ادریس بن منذر ہے۔ ۱۹۵ھ میں رے میں پیدا ہوئے۔ امام بخاری کے علاوہ عبید اللہ بن موسیٰ، محمد بن عبداللہ انصاری، اما ابونعیم اور دوسرے نامور محدثین سے استفادہ کیا۔ حدیثِ رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں عرصہ دراز تک سفر میں رہے۔ خود فرماتے ہیں:

''میں اپنے پہلے سفر میں سات سال گھر سے باہر رہا۔ اور ایک ہزار فرسخ تک پیدل چلا۔ اس کے بعد شمار چھوڑ دیا۔ بحرین سے مصر، مصر سے رملہ، رملہ سے طرطوس، ان سب مقامات پر پاپیادہ چل کر گیا ہوں۔''

امام ابوحاتم حافظِ حدیث تھے۔ فنِ جرح وتعدیل کے امام تھے۔ اور بڑے صاحبِ فضل وکمال تھے۔ امام بخاری کے بڑے گرویدہ اور ان کی تحقیقاتِ عالیہ کے معترف تھے۔ ۲۷۷ھ میں شعبان کے مہینے میں ۸۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔

(تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۴۰۸ (اردو)۔ سیرت البخاری، ص ۴۴۲)

محمد بن نصر مروزی: ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے اور شیخ الاسلام لقب۔ نام محمد بن نصر تھا۔ ان کا اصل وطن مرو تھا، لیکن اقامت سمرقند میں اختیار کرلی۔ ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے۔ امام بخاری کے علاوہ اسحاق بن راہویہ، یحییٰ بن یحییٰ، صدقہ بن فضل، محمد بن بشار اور یونس بن عبدالاعلیٰ اور کئی دوسرے اساطینِ فن سے اکتسابِ فیض کیا۔ ان کے تلامذہ کا حلقہ بھی وسیع تھا۔ عبداللہ بن محمد بن علی بلخی، محمد بن منذر سکر اور محمد بن یعقوب جیسے ائمہ حدیث ان کے شاگرد تھے۔

تحصیلِ علم کے لیے کئی ممالک کا سفر کیا۔ خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

''رحل الی سائر الامصار فی طلب العلم''

"طلبِ علم کی خاطر کئی ممالک کا سفر کیا۔"

حافظ ابن جوزیؒ لکھتے ہیں کہ:

"امام محمد بن نصر مروزیؒ طلبِ علم کے لیے خراسان، عراق، حجاز، شام اور مصر تشریف لے گئے اور ہر جگہ کے علماء سے استفادہ کیا۔"

حدیث میں ان کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ حدیث کے بحرِ ذخار تھے۔ علمائے جرح و تعدیل نے ان کے حفظ و ضبط، عدالت و ثقاہت اور امانت و دیانت کا اعتراف کیا ہے۔ حدیث کے علاوہ فقہ اور اخلافیات پر بھی گہری نظر رکھتے تھے۔ فقہی مسلک میں امام شافعی کے مذہب سے وابستہ تھے۔

علم و فضل کے اعتبار سے عوام و خواص میں مقبول تھے۔ امراء و حکام ان کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ سہیل بن احمد والی خراسان اور اس کا بھائی اسحاق بن احمد سال میں آٹھ ہزار درہم ان کو بھیجتے۔ لیکن امام صاحب یہ ساری رقم علمی خدمات میں صرف کر دیتے۔ اور ایک درہم بھی اپنے پاس نہ رکھتے تھے۔ اربابِ سیر اور تذکرہ نگاروں نے ان کے صاحبِ کمال ہونے اور ان کے علمی تبحر کے پیشِ نظر اُن کو

"احد الاعلام"، "وحد الاعلام الامیه"، "احد الائمة الاسلام"

اور "الامام الحلیل" کے القابات سے موسوم کیا ہے۔

زہد و تقویٰ میں بھی بہت بلند مرتبہ تھے۔ بہت زیادہ عبادت گذار تھے۔ نمازیں بڑے خشوع و خضوع سے پڑھتے تھے۔ مستجاب الدعوات اور صاحبِ کرامات تھے۔ بڑے فیاض اور صاحبِ جود و سخا تھے۔ حافظ ابنِ کثیر فرماتے ہیں:

وقد كان من اكرام الناس واسخاهم نفسا

"وہ بڑے کریم اور سخی تھے"

امام مروزی صاحبِ تصانیفِ کثیرہ تھے۔ خطیب کا بیان ہے:

صاحب التصانیف الكثيرة والكتب الجمة

"وہ متعدد کتابوں کے مصنف تھے اور ان کی کتابیں بڑی مفید اور بیش قیمت

تھیں۔''

حافظ ابنِ کثیر نے بھی ان کی کتابوں کو مفید بتایا ہے۔ ان کی تالیفات میں ''رفع الیدین'' ''تعظیم الصلوٰۃ'' ''القسامۃ'' اور ''قیام اللیل'' بہت زیادہ مشہور ہیں۔

امام مروزی نے محرم ۲۹۴ھ میں سمرقند میں انتقال کیا۔
(تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۳۱۵۔ تہذیب التہذیب، ج ۹، ص ۴۸۹۔ المنتظم لابن جوزی، ج ۶، ص ۶۴۔ شذرات الذہب، ج ۲، ص ۲۱۷۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۲۲۵۔ سیرت البخاری، ص ۴۴۱)

فربری: ان کا نام محمد بن یوسف بن مطر بن صالح بن بشر ہے۔ ۲۳۱ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے امام المحدثین سے صحیح بخاری کی روایت کی۔ صاحب علم و فضل تھے۔ اور لوگ دور دراز سے ان سے صحیح بخاری کا درس لینے کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ ۳۲۰ھ میں وفات پائی۔ (سیرت البخاری، ص ۴۳۸)

محمد بن اسحاق بن خزیمہ: ان کی کنیت ابوبکر اور نام محمد بن اسحاق بن خزیمہ تھا۔ خراسان کے رہنے والے تھے۔ بہت بڑے امام، حافظِ حدیث اور شیخ الاسلام تھے۔ ۲۲۳ھ میں پیدا ہوئے۔ امام المحدثین کے علاوہ اسحاق بن راہویہ، محمد بن حمید اور یونس بن عبدالاعلیٰ اور دوسرے کئی نامور محدثین سے استفادہ کیا۔

ان کے تلامذہ میں ابوعلی نیشاپوری اور محمد بن فضل جیسے ائمہ حدیث شامل ہیں۔ تحصیل علم کے لیے بغداد، بصرہ، کوفہ، شام، حجاز، عراق مصر، رے اور واسط وغیرہ تشریف لے گئے۔ اور ہر جگہ کے اساطین سے اکتسابِ فیض کیا۔

امام ابنِ خزیمہ حافظِ حدیث تھے۔ حدیث میں ان کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ ان کے حفظ و ضبط، عدالت و ثقاہت اور امانت و دیانت کا علمائے فن نے اعتراف کیا ہے۔ محدث ابنِ حبان فرماتے ہیں کہ:

''روئے زمین پر احادیث و سنن کے صحیح الفاظ اور زیادات کی یادداشت

رکھنے والا ان کی مانند کوئی اور شخص نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سنن واحادیث کا تمام ذخیرہ ان کی نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے۔"

حدیث میں ان کو اس قدر تبحر علمی حاصل تھا کہ مسائل وفتاویٰ کا جواب احادیث کی روشنی میں دیتے تھے۔ احادیث سے استنباطِ مسائل میں ان کو بڑا ملکہ حاصل تھا۔

فقہ واجتہاد میں بھی ان کا درجہ بہت بلند تھا۔ ان کا شمار مجتہدین مطلق میں ہوتا ہے۔ حافظ ابنِ کثیر نے ان کو "وهو من المجتهدين في الاسلام" لکھا ہے۔ اور حافظ ابنِ قیم کے مطابق خود امام مستقل اور صاحبِ مذہب تھے۔ ابنِ خزیمہ نامور مصنف تھے۔ ان کی مشہور کتاب "صحیح ابنِ خزیمہ" ہے جو بہت مفید اور اہم کتاب ہے۔ ابنِ خزیمہ نے ۲ ذی قعدہ ۳۱۱ھ کو وفات پائی۔

(تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۵۰۲ (اردو)۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۱، ص ۳۶۲)

باب (۳)

تصانیف

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ کو زمانہ تحصیلِ علم ہی سے تصنیف و تالیف کا ذوق وشوق پیدا ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۸ سال تھی جب آپ نے تصنیف و تالیف کا آغاز کیا۔

آپ کی تصانیف کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

(۱) قضایا الصحابہ والتابعین: یہ کتاب امام صاحب کی سب سے پہلی تصنیف ہے۔ ۲۱۲ھ میں تصنیف کی۔ یہ کتاب بہت مفید اور کارآمد تھی۔ لیکن یہ کتاب شائع نہیں ہوسکی۔ جس طرح متقدمین کی ہزاروں یادگاریں مٹ گئیں، اس طرح یہ کتاب بھی محفوظ نہ رہ سکی۔

(۲) التاریخ الکبیر: یہ امام صاحب کی دوسری تصنیف ہے جس کو آپ نے مدینہ منورہ میں چاندنی راتوں میں تصنیف کیا۔ اس کتاب میں صحابہ و تابعین و تبع تابعین رواۃ حدیث کا استیعاب کیا گیا ہے۔ اور حروف تہجی کے اعتبار سے حالات قلمبند کیے گئے ہیں ۔ یہ کتاب مطبوع ہے۔

(۳) التاریخ الاوسط: یہ کتاب طبع نہیں ہوسکی اس کا قلمی نسخہ دوسری جنگِ عظیم تک جرمنی کے سرکاری کتب خانہ میں موجود تھا۔

(۴) التاریخ الصغیر: امام صاحب کی فن تاریخ میں بے نظیر کتاب ہے۔ اس میں مشاہیر صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین کے حالات ذکر کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب مطبوع ہے۔ خطبہ میں فرماتے ہیں:

"کتاب مختصر من تاریخ النبی ﷺ والمهاجرين

ولانصار وطبقات التابعین لھم باحسان ومن بعدھم وفاتھم وبعض نسبھم و کناھم ومن یرعب عن حدیث"

"یہ ایک مختصر تاریخ ہے آنحضرت ﷺ اور مہاجرین وانصار وطبقات تابعین اوران کے بعد کے لوگوں کی۔ اس کتاب میں ان کی وفات، ان کے نسب، ان کی کنیت وغیرہ اور جن سے حدیث لینے میں اعراض کیا گیا ہے، سب کا بیان ہے۔"

(۵) الجامع الکبیر : اس کا مکمل قلمی نسخہ حافظ ابنِ کثیر کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ کتب خانہ دارالعلوم جرمنی میں دوسری جنگِ عظیم سے پہلے موجود تھا۔

(۶) خلق افعال العباد : اس کتاب میں فرقہ باطلہ جہمیہ اور معطلہ کا رد ہے۔ امام صاحب نے ان فرقوں کا ردِ آیاتِ قرآن، احادیث اور آثارِ صحابہ وتابعین سے کیا ہے۔ یہ کتاب زیورِ طباعت سے آراستہ ہو چکی ہے۔

(۷) کتاب الضعفاء الصغیر : اس کتاب میں حروفِ تہجی کے اعتبار سے ضعیف راویوں کے نام گنائے ہیں۔ یہ کتاب مطبوع ہے۔

(۸) المسند الکبیر : اس کا کامل نسخہ شیخ الاسلام حافظ ابنِ تیمیہؒ کے قلم سے لکھا ہو کتب خانہ دارالعلوم جرمنی میں دوسری جنگِ عظیم تک موجود تھا۔

(۹) التفسیر الکبیر : اس کتاب کا ذکر امام صاحب کے شاگرد امام فربری نے کیا ہے۔ اس کی تفصیل معلوم نہیں۔

(۱۰) کتاب الھبة : اس کتاب میں ہبہ کے مسائل حدیث نبویؐ سے بیان کیے گئے ہیں۔ امام صاحب کے کاتب محمد بن ابو حاتم اس کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ:

"امام بخاری نے ہبہ کے مسائل پر ایک کتاب لکھی جو اپنے موضوع پر اس قدر جامع تھی کہ امام وکیع بن الجراح اور امام عبداللہ بن مبارک کی کتابوں کو اس کتاب سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ وکیع کی کتاب میں دو یا تین حدیثیں مرفوع تھیں اور عبداللہ بن مبارک کی کتاب میں صرف پانچ حدیثیں مرفوع تھیں۔ لیکن امام بخاری کی کتاب میں پانچ سو کے قریب مرفوع احادیث درج ہیں۔"

یہ کتاب غیر مطبوع ہے۔اس کا نسخہ کہیں سے دستیاب نہیں ہو سکا۔

(۱۱)اسامي الصحابه : امام بخاری پہلے شخص ہیں جنہوں نے صحابہ کرام کے حالات پر یہ کتاب مرتب فرمائی۔ان کے بعد ابنِ مندہ، ابنِ عبد البر، ابنِ الاثیر، حافظ ابنِ حجر اور ابنِ العماد وغیرہ نے صحابہ کرام کے حالات پر کتابیں تصنیف کیں ہیں۔اس کا قلمی نسخہ بھی کتب خانہ دار العلوم جرمنی میں دوسری جنگِ عظیم تک موجود تھا۔

(۱۲)کتاب الوحدان : اس کتاب میں ان صحابہ کرام کا تذکرہ کیا ہے جن سے صرف ایک ہی حدیث مروی ہے۔امام بخاری کی یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے سب سے پہلی کتاب ہے۔ان کے بعد آپ کے دو تلامذہ امام مسلم اور امام نسائی نے کتاب الوحدان کے نام سے کتابیں لکھیں اور یہ دونوں کتابیں آگرہ (ہندوستان) سے شائع ہو چکی ہیں۔لیکن امام بخاری کی کتاب ابھی تک شائع نہیں ہو سکی۔

(۱۳)کتاب المبسوط : اس کتاب میں فقہی مسائل کو حدیث کی روشنی میں بیان کیا ہے۔اس کتاب کا قلمی نسخہ حافظ ابنِ مندہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا کتب خانہ دار العلوم جرمنی میں دوسری جنگِ عظیم تک موجود تھا۔

(۱۴)کتاب العلل : علم حدیث میں علتِ حدیث نہایت دقیق اور مشکل علم ہے۔اس علم کو جاننے کے لیے بہت وسیع معلومات کی ضرورت ہے۔امام بخاری پہلے شخص تھے جنہوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا۔امام صاحب کے تلامذہ میں امام مسلم اور امام ترمذہ نے بھی ''کتاب العلل'' کے نام سے کتابیں لکھیں۔

(۱۵)کتاب الکنی: محدثین کے لیے اس فن سے واقفیت حاصل کرنا بہت ضروری ہوتا ہے۔اس موضوع میں رواۃ حدیث کی کنیتوں کا بیان کرنا مقصود ہوتا ہے جس سے ایک راوی کا اختلاط دوسرے راوی سے نہ ہو جس کے بغیر بڑے بڑے محدثین دھوکہ کھا جاتے ہیں۔اس کتاب کی کوئی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی۔

(۱۶)الادب المفرد : یہ وہ کتاب ہے جو رسول اللہ ﷺ کے آداب سکھاتی ہے۔یہ حقیقت ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ سے انسان انسان بن جاتا ہے۔یہ کتاب متعدد بار

زیورِ طباعت سے آراستہ ہو چکی ہے۔

(۱۷) کتاب الفوائد : اس کتاب کا ذکر امام ترمذی نے اپنی کتاب جامع ترمذی (کتاب المناقب) میں کیا ہے۔ اس میں وہ نکات حدیثیہ بیان کئے گئے ہیں جو فنِ علل سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۱۸) جزء رفع الیدین : یہ کتاب اثباتِ رفع الیدین پر بڑی جامع ہے۔ اور متعدد بار طبع ہو چکی ہے۔

(۱۹) بر الوالدین : اس کتاب کا موضوع نام سے ظاہر ہے۔ اور اس کی کوئی تفصیل معلوم نہیں۔

(۲۰) کتاب الاشربة : اس کتاب کا تذکرہ امام دارقطنی نے اپنی کتاب ''المؤتلف والمختلف'' راوی کے ترجمہ میں کیا ہے۔

(۲۱) کتاب الرقاق : اس کتاب کا ذکر حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبداللہ نے اپنی کتاب کشف الظنون میں کیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

''کتاب الرقاق للبخاری من کتب الحدیث''

(۲۲) الجامع الصغیر فی الحدیث : اس کتاب کا قلمی نسخہ حافظ ابنِ حجر کے ہاتھ کا لکھا ہوا کتب خانہ دارالعلوم جرمنی میں دوسری جنگِ عظیم تک موجود تھا۔

(۲۳) جزء قراءة خلف الامام : امام صاحب نے اس کتاب میں قرأة خلف الامام بدلائل احادیث و آثار ثابت کیا ہے۔ یہ کتاب مطبوع ہے۔

(۲۴) کتاب المناقب : یہ کتاب صحابہ کرام کے فضائل و مناقب میں ہے۔ اس کتاب کی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی۔

(سیرت البخاری از مولانا عبدالسلام مبارک پوری، ص ۱۶۶ تا ۱۷۳)

الجامع الصحیح البخاری

وجہ تالیف

''حدیث کی تدوین زمانہ نبویؐ سے شروع ہو چکی تھی۔ کئی صحابہ کرامؓ نے عہدِ نبوی ﷺ میں حدیث کے تحریری مجموعے تیار کیے تھے۔ مثلاً حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ وغیرہ۔ تابعین عظام نے بھی اپنے دور میں حدیث کے تحریری مجموعے مرتب فرمائے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے شاگرد ہمام بن منبہ نے ایک مجموعہ تیار کیا تھا جو صحیفہ ہمام بن منبہ کے نام سے معروف ہوا۔ یہ صحیفہ مکمل مسند احمد بن حنبل میں شامل ہے۔ اس کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عباس کے شاگرد سعید بن جبیر نے بھی حدیث کا ایک تحریری مجموعہ تیار کیا تھا۔ اور بھی کئی تحریری مجموعے حضراتِ تابعین نے تیار کیے تھے۔ امام ابنِ شہاب زہری کے پاس تحریروں کا اتنا بڑا انبار تھا کہ ان کو ایک شتر بار اٹھا سکتا تھا۔'' (طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۱۳۵)

حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی جنہیں پانچویں خلیفہ راشد کہا جاتا ہے، جن کی ذات سراپا اسلام کا اعجاز تھی۔ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی تھی۔ صفر ۹۹ھ میں منصبِ خلافت پر فائز ہوئے۔ انہوں نے دیکھا کہ روافض، خوارج اور قدریہ وغیرہ ایسے نئے فرقے جنم لے رہے ہیں اس لیے حدیث و سنّت کی باقاعدہ تدوین کی ضرورت ہے۔ چنانچہ انہوں نے قاضی ابو بکر بن حزم (م ۱۲۰ھ) جو مدینہ کے گورنر بھی تھے اور اس کے ساتھ بہت بڑے عالم تھے، ان لکھا کہ آپ حدیث کی تدوین کریں۔ آپ نے لکھا ہے کہ:

''آنحضرت ﷺ کی جو حدیثیں تم کو ملیں ان کو تحریری شکل میں لے آؤ، اس لیے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ علم مٹ جائے گا۔ اور علماء رخصت ہو جائیں گے۔''

(صحیح بخاری، باب کیف یقبض العلم)

حضرت امام زہری نے بھی حدیث ی تدوین میں کارہائے نمایاں سر

انجام دیے۔ حافظ ابنِ عبدالبر قرطبی نے جامع بیان العلم میں امام زہری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

''ہم کو عمر بن عبدالعزیز نے سنن کو جمع کرنے کا حکم دیا اور ہم نے دفتر کے دفتر لکھ ڈالے۔ اور پھر انہوں نے ہر اُس زمین پر کہ جہاں اُن کی حکومت تھی، ایک دفتر بھیج دیا۔'' (جامع بیان العلم)

دوسری صدی ہجری میں کتابتِ حدیث پر بہت زیادہ توجہ دی گئی۔ چنانچہ امام مالک نے مؤطا میں اہلِ حجاز کی حدیثیں جمع کیں۔ ابنِ جریج نے مکہ معظمہ میں، امام اوزاعی نے شام میں، سفیان ثوری نے کوفہ میں اور ابوسلمہ حماد نے بصرہ میں احادیث کے مجموعے مرتب کیے۔ (مقدمہ فتح الباری، ص۴، ۵)

تیسری صدی ہجری میں امام محمد بن اسماعیل بخاری نے حدیث کا مجموعہ تیار کیا۔ اس مجموعہ کو ''الجامع الصحیح البخاری'' کا نام دیا۔

خطیب بغدادی اپنی تاریخِ بغداد میں لکھتے ہیں کہ امام بخاری خود فرماتے ہیں کہ:

''ایک دن ہم اسحاق بن راہویہ کی مجلس میں حاضر تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ تم حدیث کا ایک ایسا مجموعہ مرتب کرو جس میں صرف صحیح احادیث ہی ہوں۔ چنانچہ میں نے اپنے دل میں پختہ عہد کر لیا کہ میں ان شاء اللہ العزیز ضرور حدیث کا صحیح مجموعہ مرتب کروں گا۔ اور دوسری تائید مجھے صحیح احادیث کا مجموعہ تیار کرنے میں اس طرح ہوئی کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نبی اکرم ﷺ کے سامنے کھڑا پنکھا جھل رہا ہوں اور مکھیاں اڑا رہا ہوں۔ صبح اٹھ کر میں نے اس خواب کی تعبیر معبرین سے پوچھی تو انہوں نے کہا کہ تم آنحضرت ﷺ کی احادیث سے کذب کو دفع کرو گے۔'' (تاریخِ بغداد، ج ۲، ص ۸)

امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس خواب کے بعد میں ہمہ تن ''الجامع الصحیح'' کی تالیف میں مشغول ہو گیا۔

الجامع الصحیح البخاری کا نام:

امام صاحب اپنی اس کتاب کا نام ''الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول اللہ ﷺ وسننه و ایامه'' رکھا۔

حافظ ابنِ حجر فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے پوری کتاب میں صحت کا التزام رکھا ہے جو اس کے نام سے ظاہر ہے۔ (مقدمہ فتح الباری، ص ۵)

مدتِ تالیف اور کیفیت تالیف

امام صاحب نے اپنی یہ بے نظیر کتاب ١٦ سال میں مکمل کی ۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ:

''میں نے کوئی حدیث ''الجامع الصحیح ''میں اس وقت تک نہیں داخل کی جب تک غسل کر کے دو رکعت نماز ادا نہ کی۔''

ایک دوسری روایت میں اس قدر اور بھی اضافہ ہوا ہے کہ:

''مسجد حرام (بیت اللہ) میں مَیں نے اس کو تالیف کیا اور دو رکعت پڑھ کر ہر حدیث پر استخارہ کرتا۔ جب مجھے اچھی طرح اس کی صحت کا یقین ہو جاتا تو الجامع الصحیح میں داخل کرتا۔اس کو میں نے اپنی (نجات کے لیے) حجت بنایا ہے اور چھ لاکھ احادیث سے اس کا انتخاب کیا ہے۔ (سیرت البخاری۔ص ٢١٨٦)

صحیح بخاری کے تراجم ابواب

امام صاحب نے اپنی کتاب میں جس طرح احادیث صحیحہ کی تخریج کی ہے اسی طرح فقہی وحدیثی اشارات کے لیے تراجم وابواب قائم کیے ۔جن میں آپ نہایت ہی دقیق فقہی نکتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں ۔محدثانہ اصول اور علل حدیث پر بھی بحث فرماتے ۔تراجم ابواب بخاری پر علمائے اسلام نے مستقل کتابیں لکھیں ہیں جن میں تراجم ابواب کے متعلق بڑی علمی و جامع بحثیں کی ہیں اور امام صاحب کے تراجم ابواب قائم کرنے پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

مولانا عبد السلام مبارکپوریؒ نے اپنی کتاب سیرۃ البخاری میں ان

کتابوں کا ذکر کیا ہے جو تراجم ابواب بخاری سے متعلق تصنیف کی گئیں۔ برصغیر (پاک و ہند) میں حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) نے "تراجم ابواب بخاری" کے نام سے ایک رسالہ تصنیف فرمایا۔ اس رسالہ کے بارے میں صاحبِ سیرۃ البخاری لکھتے ہیں کہ:

"اس رسالہ کے ابتداء میں تراجم ابواب کے متعلق چند اصولِ جامع بیان کیے گئے ہیں، پھر چار سو زائد تراجم پر تفصیل سے بحث کی ہے۔"

(سیرۃ البخاری، ص ۱۹۰)

شروطِ بخاری

"امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری کی تالیف میں یہ شرط اپنے پیشِ نظر رکھی کہ وہ ایسی روایت کی تخریج کرتے ہیں جس کے سارے رواۃ صحابی تک مشہور و ثقہ ہوں، اور ان کی ثقاہت پر کبار محدثین کا اتفاق ہو، اس کی سند متصل ہو، منقطع نہ ہو۔ جس روایت کے صحابی سے دو یا اس سے زیادہ راوی ہوں وہ نہایت ہی اعلیٰ وارفع ہوگی، اور اگر ایک ہی راوی ہو اور اس کی سند صحیح ہو تب بھی کوئی مضائقہ نہیں۔"

(محدثینِ عظام اور ان کے علمی کارنامے، ص ۱۵۲)

صحیح بخاری کا مرتبہ مقام

کتبِ حدیث میں صحیح بخاری کا مرتبہ و مقام کیا ہے؟ علمائے اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ صحیح بخاری میں درج تمام احادیث صحیح ہیں۔ اور امام صاحب نے تقریباً چھ لاکھ احادیث سے انتخاب کر کے مرتب فرمایا۔ امام بخاری فرماتے ہیں:

"میں نے اپنی جامع صحیح کو تقریباً چھ لاکھ احادیث سے صحیح احادیث کو منتخب کر کے تیار کیا ہے۔ اور اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان اس کو حجت قرار دیا ہے۔"

(مراۃ الجنان از یافعی، ج ۲، ص ۶۸)

حافظ ابنِ صلاح نے مقدمہ میں امام ابو عبداللہ حمیدی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

''گزشتہ امامانِ حدیث کے مقابلہ میں صرف انہی دونوں ائمہ کرام (بخاری و مسلم) کی یہ شان ہے کہ انہوں نے اپنی صحیحین میں جس قدر احادیث جمع کی ہیں سب کی صحت کا التزام کیا ہے۔ اور ہر ہر حدیث کے صحیح ہونے کا انہوں نے صاف طور سے اظہار بھی کر دیا ہے۔'' (مقدمہ ابنِ صلاح، ص ۱۱)

حافظ ابنِ کثیر لکھتے ہیں کہ:

''صحیح بخاری کا صحیح مسلم یا اور کوئی کتاب مقابلہ نہیں کر سکتی۔''

(البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۱، ص ۲۸)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔

''صحیحین (بخاری و مسلم) کے متعلق تمام محدثینِ امت کا اس پر اتفاق ہے کہ بخاری و مسلم کی مرفوع متصل حدیثیں تمام کی تمام صحیح ہیں۔''

(حجۃ اللہ البالغۃ، ج ۱، ص ۱۳۴)

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ فرماتے ہیں:

''صحیح بخاری، صحیح مسلم اور موَطا امام مالک کی حدیثیں نہایت صحیح ہیں، اور موَطا کی اکثر روایات مرفوعہ صحیح بخاری میں موجود ہیں۔'' (عجالہ نافعہ، ص ۶)

عظمتِ صحیح بخاری

علمائے اسلام نے صحیح بخاری کے بہت سے محاسن وفضائل بیان کیے ہیں ۔ان کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔

علمائے اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ:

''قرآنِ مجید کے بعد کتب حدیث میں صحیح بخاری مقدم ہے۔''

امام نوویؒ اپنے مقدمہ صحیح مسلم میں لکھتے ہیں:

''اتفق العلماء علی ان اصح الکتاب بعد القرآن الکریم الصحیحان البخاری والمسلم وتلقها الائمة بالقبول وکتاب البخاری اصحهما صحیحاً.''

''علمائے کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآنِ کریم کے بعد کتب حدیث میں صحیحین یعنی بخاری ومسلم صحت ووثوق کے بلند درجے پر متمکن ہیں۔ ائمہ حدیث کے حلقوں میں ان دونوں کو زبردست قبول و پزیرائی ہوئی ہے۔ لیکن صحیح بخاری نسبتاً زیادہ صحت وقوت کی حامل ہے۔'' (مقدمہ صحیح مسلم بحوالہ مطالعہ حدیث، ص ۱۹۵)

امام مسلم کا قول ہے:

''ليس له نظير في فن الحديث ''

''فنِ حدیث میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔''

امام نسائی فرماتے ہیں:

''اجود هذه الكتاب كتب البخاری''

''کتب حدیث میں صحیح بخاری جودت وصحت میں ممیز ہے۔''

حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں:

''اماالجامع البخاری فاجل كتب الاسلام ، وافضلها بعد كتاب الله ''

''صحیح بخاری کتبِ اسلام میں کتاب اللہ کے بعد سب زیادہ جلیل القدر اور عمدہ کتاب ہے۔''

حافظ ابنِ کثیر نے ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے:

ليستقى بقراء ته الغمام واجمع على قبوله وصحته ما فيه اهل الاسلام

''ابر وسحاب اس سے اپنی پیاس بجھاتے ہیں اور اہل اسلام کا اس کی صحت و پزیرائی پر مکمل اتفاق ہے۔'' (مطالعہ حدیث، ص ۱۹۶)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ حجۃ اللہ البالغۃ میں لکھتے ہیں کہ:

''جو شخص اس کتاب کی عظمت کا قائل نہ ہو وہ مبتدع ہے اور مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے۔'' (حجۃ اللہ البالغۃ، ج ۱، ص ۲۹۷)

اور اس کے بعد حضرت امام دہلویؒ فرماتے ہیں کہ:

''میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ صحیح بخاری کو جو شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی اس سے زیادہ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔'' (حجۃ اللہ البالغۃ، ج ۱، ص ۲۵۰)

صحیح بخاری غیروں کی نظر میں

انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجین اینڈ ایتھکس ج ۱۱، ص ۵۵ پر ہے:

''امام بخاری نے اپنی صحیح کا نسخہ ۲۵۶ھ/۸۷۰ء سے قبل شائع کر دیا۔ اور مسلم نے بھی اپنی صحیح کا اس کے چند سال بعد۔ یہ دونوں کتابیں بعد کی ساری فقہی کتابوں کا ماخذ بن گئیں اور انہوں نے اہلِ سنّت کے مذہب کو ایسی تقویت پہنچا دی کہ جس کا جواب شیعہ اور معتزلہ دونوں سے نہ بن پڑا۔'' (مضمون مولانا عبدالماجد دریا آبادی، امام بخاری غیروں کی نظر میں ہفت روزہ الہدیٰ دربھنگہ، بخاری نمبر، ص ۹۵)

تعداد روایات

صحیح بخاری میں تمام احادیث کی تعداد ۷۲۷۵ ہے۔ اور اگر مکررات کو خارج کر دیا جائے تو ۴۰۰۰ احادیث ہیں۔ لیکن حافظ ابنِ حجر نے پوری احتیاط سے شمار کیا تو روایات مرفوعہ کی تعداد ۷۳۹۷ ہے۔ (مقدمہ فتح الباری، ص ۴۶۵)

صحیح بخاری کے شروح و حواشی

صحیح بخاری کے جلیل القدر اور بلند مرتبہ ہونے کا اندازہ اس سے بخوبی کیا جا سکتا ہے کہ سلف سے لے کر خلف تک علمائے اسلام نے اس کی خدمت کی ہے۔ کسی نے شرح لکھی، کسی نے رجال پر توجہ دی، کسی نے ابوابِ فقہیہ اور تراجم ابواب چھان بین کی، کسی نے تجرید کی، کسی نے اختصار کیا، کسی نے تعلیق لکھی، کسی نے اس کے الفاظِ غریبہ و مشکلہ کو اپنا موضوعِ سخن بنایا، کسی نے اس کے نحوی مسائل پر عقدہ کشائی کی، کسی نے حواشی لکھے، کسی نے مستدرک لکھی۔ شروح میں بھی کسی نے مبسوط، کسی نے متوسط اور کسی نے مختصر۔

صحیح بخاری کی شروحات کا استقصاء کرنا بہت مشکل ہے۔ مولانا عبد السلام مبارک پوریؒ (م ۱۹۲۴ء) نے اپنی مایہ ناز کتاب ''سیرۃ البخاری'' میں عربی، فارسی اور اردو کی ۱۴۵ شروح کے نام لکھے ہیں۔ (ص ۲۰۶ تا ۲۴۸)۔ یہاں چند مشہور شروح کا مختصر اًتعارف پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) اعلام السنن : امام ابو سلیمان حمد بن محمد خطابی (م ۳۰۸ھ)۔ یہ ایک بہت عمدہ اور نفیس شرح ہے۔ اس کی ابتدا لفظ ''الحمدللہ والمنعم'' سے کی گئی ہے۔

(۲) الکواکب الدراری : علامہ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی الکرمانی (م ۷۸۶ھ)۔ یہ بہت مفید شرح ہے۔ اس شرح میں پہلے یہ بحث کی گئی ہے کہ تمام علومِ دینیہ میں علمِ حدیث افضل ہے۔ اور تمام کتبِ حدیث میں سب سے اعلیٰ وارفع کتاب ''صحیح بخاری'' ہے۔

مصنف نے اس شرح میں الفاظِ غریبہ ومشکلہ کے حل کی طرف توجہ خاص کی ہے۔ روایات، اسماء الرجال اور القابِ رواۃ کو بھی ضبط کیا ہے۔ ۷۷۵ھ میں مکّہ معظمہ میں مصنف نے مکمل کی۔

(۳) فتح الباری : شیخ الاسلام ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ)۔ یہ صحیح بخاری کی مشہور شرح ہے۔ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ:

لاھجرۃ بعد الفتح

علامہ ابنِ خلدون نے اپنے مقدمہ میں لکھا ہے کہ صحیح بخاری کی شرح کا دَین (قرض) امت پر باقی ہے۔

حالانکہ ابنِ خلدون کے زمانہ تک کئی شروح لکھی جا چکی تھیں۔ ان کا مقصود یہ تھا کہ صحیح بخاری کے وہ نکات جو فنِ حدیث اور رجال کے متعلق ہیں یا وہ تدقیقاتِ فقہیہ جو تراجمِ ابواب سے تعلق رکھتے ہیں، ان پر آج تک کسی نے محققانہ بحث نہیں کی۔

اس شرح کے بعد حافظ محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی (م ۹۰۲ھ) نے اپنی

کتاب ''الضوء اللامع'' میں لکھا کہ:

''فتح الباری سے امت سے صحیح بخاری کی شرح کا دَین (قرض) ادا ہو گیا۔''

حافظ ابنِ حجر نے اپنی شرح میں رجال، لغت اور تطبیقِ حدیث و آثار میں تحقیق و کاوش کے شاہکار پیش کیے ہیں۔

حافظ ابنِ حجر نے اپنی اس شرح کا ایک جامع و علمی و تحقیقی مقدمہ بھی لکھا جس کا نام ''ھدی الساری'' ہے۔

مولانا عبدالسلام مبارک پوریؒ لکھتے ہیں کہ اگر اس مقدمہ کا مطالعہ نہ کیا جائے تو صحیح بخاری کی حقیقت سے آگاہی غیر ممکن ہے۔

مقدمہ میں کن امور پر گفتگو کی گئی ہے! اس کے متعلق صاحبِ سیرۃ البخاری لکھتے ہیں کہ اس مقدمہ میں دس فصلیں ہیں اور ہر فصل کے ضمن میں بہت سی فصلیں ہیں۔

(۱) پہلی فصل میں صحیح بخاری کے تالیف کے اسباب اور بہت سے امور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مثلاً حدیث کی تدوین کب اور کیونکر ہوئی، اور ترقی کے منازل طے کر کے کہاں تک پہنچی۔

(۲) دوسری فصل میں اس امر پر بحث ہے کہ صحیح بخاری کا اصل موضوع کیا ہے اور اس کتاب کی حدیثوں کے لیے کیا شروط ہیں۔

یہ کتاب ''اصح الکتب'' کیونکر ہوئی۔ اور اس کے تراجم میں کیا کیا نکات ہیں اور کس کس قسم کی تدقیقاتِ فقہیہ ہیں جن کی وجہ سے صحیح بخاری کو تما کتبِ حدیث پر برتری حاصل ہوئی۔

(۳) تیسری فصل میں حدیثوں کی تقطیع، اختصار اور تکرار کی صورتیں اور حکمتیں اور فوائد بیان کیے گئے ہیں۔

(۴) چوتھی فصل میں احادیثِ مرفوعہ کو معلق لانے اور آثارِ موقوفہ کے ذکر کرنے کے وجوہ

بیان کیے گئے ہیں اور اس کے ساتھ کل احادیثِ مرفوعہ معلقہ کے سلسلہ سند کو بھی بیان کیا گیا ہے اور جس محدث نے اس کو موصول بتایا ہے اس کی بھی نشان دہی کی ہے۔

(۵) پانچویں فصل میں الفاظِ مشکلہ غریبہ جو متونِ حدیث میں آئے ہیں ان کو بہ حروفِ تہجی حل کیا گیا ہے۔ (یہ فصل ایک خاصی لغت کی کتاب بن گئی ہے)۔

(۶) چھٹی فصل میں بہ حروفِ تہجی ان اسماء والقاب کا ذکر کیا گیا ہے جن کا ذکر صحیح بخاری میں آیا ہے۔ جن کی صورتیں تو یکساں ہیں مگر تلفظ مختلف ہیں۔ ان کی دو قسمیں ہیں:

(ا) وہ جن کا اشتباہ صحیح بخاری ہی کے رواۃ کے ساتھ ہے۔

(ب) وہ جن کا اشتباہ ان رواۃ کے ساتھ ہے جو صحیح بخاری سے خارج ہیں۔

(۷) ساتویں فصل میں امام بخاری کے ان شیوخ کا تذکرہ کیا گیا ہے جن کو امام صاحب نے مبہم بتایا ہے، حالانکہ وہ مشترک ہیں، جیسے محمد۔ اس لیے جن میں اشتراک کم ہے ان کا ذکر نہیں کیا ہے۔ بقیہ جس قدر مہمل اور مبہم تھے سب کو بہ حروفِ تہجی ذکر کیا ہے۔

(۸) آٹھویں فصل میں ان احادیث کا سلسلہ مذکور ہے جن پر امام دارقطنی یا دیگر نقادِ فن نے تنقید کی تھی۔ پھر ایک حدیث ذکر کر کے اس کا تسلی بخش جواب دیا ہے اور اس بات کی وضاحت کی ہے کہ امام بخاری کی شرط کے خلاف کوئی حدیث نہیں ہے۔

(۹) نویں فصل میں ان رواۃ کا ذکر ہے جس پر بعض محدثین نے کلام کیا تھا۔ ان کو بہ حروفِ تہجی ذکر کر کے ہر ایک کا جواب دیا ہے۔

(۱۰) دسویں فصل میں کتاب کے ابواب کی خاصی فہرست ہے۔ ہر باب میں جس قدر احادیث ہیں ان کی تعداد لکھی ہے جس سے احادیث مکررہ کا پتہ چل جاتا ہے۔ پھر صحیح بخاری میں درج احادیث کی تعداد لکھی ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ کس صحابی سے کس قدر احادیث اس کتاب میں درج ہیں۔ آخر میں امام صاحب کی سیرت اور ان کی دوسری تالیفات وتلامذہ کا ذکر ہے۔ (سیرت البخاری، ص ۲۱۶، ۱۲۷)

(۴) **عمدۃ القاری**: علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی (م ۸۵۵ھ)۔ یہ شرح مصنف نے ۸۲۱ھ میں لکھنی شروع کی اور ۸۴۷ھ میں اختتام کو پہنچی۔ اور اس شرح میں

فتح الباری سے بہت استفادہ کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے بعض ورق پورے کے پورے نقل کر دیے ہیں۔

اس شرح میں بھی رجال اور لغت اور تطبیق احادیث و آثار پر توجہ کی گئی ہے۔

(۵) التنقیح : شیخ بدرالدین محمد بن بہادر بن عبد اللہ الزرکشی (م ۷۹۴ھ)۔ یہ صحیح بخاری کی مختصر شرح ہے۔ اس میں الفاظِ مشکلہ کی شرح پر زیادہ توجہ کی گئی ہے۔

(۶) التوشیح علی الجامع الصحیح : علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی (م ۹۱۱ھ)۔ یہ ایک مختصر، نہایت لطیف، علمی، عمدہ، نفیس اور جامع شرح ہے۔

(۷) ارشاد الساری : علامہ شہاب الدین احمد بن محمد خطیب قسطلانی (م ۹۲۳ھ)۔ یہ بہت عمدہ شرح ہے۔ اس میں شرح و متن مخلوط ہے۔ لیکن متن کو سیاہی و سرخی سے ممتاز کر دیا ہے۔ حقیقت میں یہ فتح الباری کی تلخیص ہے۔ اس شرح کے شروع میں ایک مقدمہ ہے جس میں فضیلت علم حدیث، تدوینِ حدیث، اصولِ حدیث اور صحیح بخاری کے شروط پر بڑی عالمانہ بحث کی ہے۔ اور آخر میں امام صاحب کے حالات زندگی بھی قلم بند کیے ہیں۔ (ماخوذ از سیرت البخاری)

برصغیر (پاک و ہند) کے شارحینِ بخاری

برصغیر میں پہلے شارح بخاری سید عبد الاول جون پوری (م ۹۶۸ھ) تھے، جنہوں نے ''فیض الباری'' کے نام سے صحیح بخاری کی شرح لکھی۔

(مقالاتِ سلیمان، ج ۲، ص ۱۳)

ان کے بعد شیخ نور الدین احمد آبادی (م ۱۱۵۵ھ) نے ''نور القاری'' کے نام سے صحیح بخاری کی شرح لکھی۔ (تاریخ اہلِ حدیث، ص ۳۹۷)

میر سیّد عبد الجلیل بلگرامی جو نامور محدث تھے، علامہ محمد حیات سندھی کے شاگرد تھے۔ صحیح بخاری کی شرح ''ضوء الدراری'' کے نام سے لکھی۔

(ابجد العلوم، ص ۹۲۱)

علامہ نور الحق دہلویؒ بن شیخ عبد الحق محدث دہلوی (م ۱۰۷۳ھ) نے "تیسیر القاری" کے نام سے فارسی زبان میں شرح لکھی۔

(مقالاتِ سلیمان، ج ۲، ص ۲۴)

شرح تراجم ابواب بخاری

علمائے اسلام کا مشہور مقولہ ہے:

فقه البخاری فی تراجمه

"بخاری کا سارا کمال ان کے تراجم میں ہے۔"

یعنی اگر امام بخاری کے فقہی اور حکیمانہ مقام کو جاننے کا شوق ہو تو صحیح بخاری کے تراجم پر غور کرو۔

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) نے تراجم ابواب بخاری کی شرح لکھی ہے جو بہت عمدہ اور نفیس ہے اور مطبوع ہے۔

شرح ثلاثیات بخاری

صحیح بخاری میں امام صاحب بائیس ایسی حدیثیں لائے ہیں جن کی سند تین راویوں پر منتہی ہوتی ہے۔ ایسی روایت کو ثلاثی کہا جاتا ہے۔

علمائے اسلام نے ان احادیث کی علیحدہ شرح کی ہے۔ جن علمائے کرام نے ثلاثیاتِ بخاری کی شرح لکھی ہے ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ شرح ثلاثیات البخاری — علامہ محمد شاہ بن الحاج حسن (م ۹۳۹ھ)

۲۔ شرح ثلاثیات البخاری — علامہ احمد بن نجمیؒ

(سیرت البخاری، ص ۲۴۳۔ ۲۴۷)

صحیح بخاری پر علمائے اہلحدیث کی خدمات

برصغیر (پاک و ہند) کے علمائے اہل حدیث نے امام المحدثین محمد بن اسماعیل بخاری کی عدیم النظیر تصنیف الجامع الصحیح البخاری کی جو خدمت کی ہے اس کی تفصیل ذیل میں درج ہے:

عربی شروح وحواشی

(۱)حل صحیح البخاری یعنی نسخة عتیقة صحیحة مع حل مشکلات وحواشی وجمع نسخ (عربی)

شیخ الکل مولانا سیّد محمد نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) حضرت شیخ الکل مرحوم ومغفور کے حواشی سے یہ نسخہ مزین ہے۔ مولانا احمد علی سہارن پوری (م ۱۲۹۸ھ) نے حضرت شیخ الکل مرحوم ومغفور سے عاریتاً لے کر اپنے حواشی صحیح بخاری میں اس سے خوشہ چینی کی۔ (سیرۃ البخاری، ص ۲۳۳)

(۲)عون الباری لحل ادلة البخاری نواب صدیق حسن خان (م ۱۳۰۷ھ)

(۳)تخریج آیات الجامع الصحیح البخاری ابوسعید شرف الدین دہلویؒ (م ۱۳۸۱ھ)

(۴)صمصام الباری علی عنق البخاری محمد دبکاوی (م ۱۳۵۰ھ)

(۵)حواشی صحیح بخاری عزیز زبیدی (م ۲۰۰۳ھ)

(۶)امالی علی صحیح البخاری حافظ محمد گوندلوی (م ۱۹۸۵ء)

(۷)سبحة الباری من درر صحیح البخاری اقبال احمد عمری

(جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات)

(۸)عون الباری علی عویصات البخاری محمد ابرہیم میر سیالکوٹی (م ۱۹۵۶ء)

(۹)دروس البخاری حافظ محمد گوندلوی (م ۱۹۸۵ء)

(اہل حدیث لاہور، خدماتِ اہل حدیث نمبر)

اردو تراجم

(۱۰) ترجمہ صحیح بخاری (صرف آٹھ پارہ) مولانا عبدالتواب ملتانی (م ۱۳۶۶ھ)

(۱۱) تیسیر الباری ترجمہ صحیح بخاری مولانا وحید الزمان حیدر آبادی (م ۱۳۳۸ھ)

(۱۲) تسہیل القاری ترجمہ اردو صحیح بخاری مع الشرحین فتح الباری وارشاد الساری یعنی قسطلانی مع نیل الاوطار وشرح منتقی الاخبار (۵ پارہ) از مولانا وحید الزمان حیدر آبادی

(م ۱۳۳۸ھ)

(۱۳) صحیح بخاری مترجم مولانا محمد داؤد راز دہلویؒ (م ۱۴۰۲ھ)

(۱۴) فیض الباری ترجمہ وشرح صحیح بخاری (مکمل) حافظ محمد ابوالحسن سیالکوٹی (م ۱۳۲۵ھ)

(۱۵) نصرۃ الباری فی ترجمہ صحیح بخاری سید عبدالاول غزنوی (م ۱۳۳۱ھ)

(۱۶) فضل الباری ترجمہ صحیح البخاری فضل حق دلاوری

(۱۷) شرح صحیح البخاری مولانا امیر علی لکھنوی (م ۱۳۳۷ھ)

(۱۸) ترجمہ صحیح بخاری مولانا محمد بن ہاشم سورتی (م ۱۳۱۵ھ)

(۱۹) زبدۃ البخاری (مترجم) اردو مع متن عربی مولانا عزیز الحسن بجنوری، شیخ عمر ضیاء الدین مصری نے صحیح بخاری کی تلخیص کی۔ اور اس تلخیص میں ۱۶ سو احادیث ہیں۔ مولانا عزیز الحسن نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ (اہل حدیث امرتسر، ۸؍ اگست ۱۹۳۰ء)

(۲۰) نصرۃ الباری ترجمہ وشرح صحیح بخاری مولانا عبدالستار دہلویؒ (م ۱۹۶۶ء)

(۲۱) مفتاح صحیح البخاری مولانا فضل الٰہی

(۲۲) ترجمہ تجرید بخاری مولانا عبدالستار حماد

(۲۳) مولانا ابو سعید محمد حسین بٹالوی (م ۱۳۳۸ھ) نے ''منح الباري في ترجيح صحيح البخاري'' کے نام سے ایک کتاب مرتب فرمائی۔ (جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات ص ۷۱)

تراجم ابواب البخاری

صحیح بخاری کے تراجم ابواب پر خطیب ناصر الدین احمد بن المنیر (م ۶۸۳ھ) نے ''المداری علی ابواب البخاری'' کے نام سے ایک کتاب مرتب کی۔ مشہور اہل حدیث عالم اور محقق شہیر حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی (م ۱۹۸۷ء) نے اس کی تصحیح ونظر ثانی کی اور اس کے بعد اس کتاب کو اپنے اشاعتی ادارہ المکتبۃ السلفیہ لاہور سے شائع کیا۔

(اہل حدیث لاہور، خدمات اہل حدیث نمبر، ص ۱۸۴)

ثلاثیات البخاری

ثلاثیات بخاری پر بھی علمائے اہل حدیث نے قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں۔اوراس کی عربی اوراردو میں شرحیں لکھیں ہیں۔ان کی تفصیل یہ ہے:

۱.الدراری الناشرات فی ترجمة مافی البخاری من الثلاثیات (عربی)
(مولانا قاضی محمد مچھلی شہری (م ۱۳۲۰ھ)

۲. فضل الباری شرح ثلاثیات البخاری (عربی)
(مولانا شمس الحق عظیم آبادی (م ۱۳۲۹ھ)

۳.انعام المنعم الباری بشرح ثلاثیات البخاری (عربی)
(مولانا عبدالصبور بن مولانا عبدالتواب محدث ملتانی)
یہ کتاب ۱۳۵۸ھ میں مصر سے طبع ہوکر شائع ہوئی۔
(سیرت البخاری،ص ۲۴۸)

مولانا نواب صدیق حسن خان (م ۱۳۰۷ھ) نے ثلاثیات بخاری کی دوشروحیں عربی وفارسی میں لکھیں۔

۱. الحرز المکنون من لفظ المعصوم المامون (عربی)
اس کتاب میں ثلاثیاتِ بخاری کو جمع کر کے ان کی شرح فتح الباری ودیگر شروح بخاری سے کی گئی ہے۔اورمسائل بھی مستنبط کیے گئے ہیں۔

۲.غنیة القاری ترجمة ثلاثیات البخاری (اردو)
اس کتاب میں ثلاثیاتِ بخاری جن کی تعداد بائیس ہے،ان کا ترجمہ وتشریح کی ہے۔اوراس کے علاوہ تینوں راویوں کے حالات پر بھی مختصر روشنی ڈالی ہے۔
(جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات،ص ۳۹ تا ۴۰)

حدیث نبویؐ پرتنقیداورعلمائے اہل حدیث کے جوابات

ایک خاص گروہ نے حدیث نبویؐ کا انکار کیا ہے۔اوریہ گروہ اپنے آپ کو اہل قرآن کے نام سے منسوب کرتا ہے۔اس کے بعد کچھ گروہ ایسے پیدا ہوئے کہ

انہوں نے حدیث کا بالکلیہ انکار نہ کیا مگر مختلف موضوعات سے متعلق احادیث کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔ اور ان کے علاوہ کچھ لوگوں نے حدیثِ نبویؐ پر بے جا قسم کے اعتراضات کیے۔ امام المحدثین محمد بن اسماعیل بخاری اور ان کی لاجواب کتاب ''الجامع الصحیح البخاری'' کو تنقید کا نشانہ بنایا۔

منکرین حدیث کے گروہ

شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ (م ۱۹۶۸ء) لکھتے ہیں:

''خوارج نے ۲۰۰ھ میں ان احادیث کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا جو اہل بیت کے فضائل میں تھیں۔ اور ان کے انکار کے ساتھ ہی ان کے مخالف فرقہ شیعہ نے ان احادیث کا انکار کردیا جو صحابہ کرامؓ کے فضائل میں تھیں۔ معتزلہ اور جہمیہ نے احادیثِ صفات کا انکار کیا۔ ان کے بعد ۲۲۱ھ میں قاضی عیسیٰ بن ابان اور اس کے متبعین اور متاخرین فقہاء سے قاضی ابوزید وغیرہ نے ان احادیث کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا جو احادیث غیر فقیہہ صحابہ کرامؓ سے مروی تھیں۔ ۴۰۰ھ میں ایک ایسا گروہ وجود میں آیا جس نے اصول اور فروع دونوں میں ''خبر واحد'' سے اختلاف کیا۔

۱۳۰۰ھ کے قریب قریب ایک ایسا گروہ وجود میں آیا جس نے احادیث کو تاریخ کا ذخیرہ قرار دیا۔ اور جو اُن کی نیچر کے موافق ہوئی اس کو قبول کرلیا اور جو مخالف ہوئی اس کو ترک کردیا۔ یہ حضرات فن حدیث سے قطعاً ناواقف تھے اور مغربی تہذیب سے مرعوب تھے۔ ان کے بعد ایک ایسا گروہ سامنے آیا جس نے احادیث کا بالکلیہ انکار کردیا۔ اور یہ گروہ ۱۳۰۰ھ کے بعد پیدا ہوا۔

اس گروہ میں مولوی عبداللہ چکڑالوی، مستری محمد رمضان گوجرانوالہ، مولوی حشمت علی لاہوری اور مولوی رفیع الدین ملتانی شامل تھے۔

۱۴۰۰ھ میں ایک گروہ ایسا سامنے آیا جن کے نزدیک قرآن وحدیث اور پورا دین ایک کھیل ہے، یا زیادہ سے زیادہ ایک سیاسی نظریہ ہے جسے ہر وقت بدلنے کا حق حاصل ہے۔ اس گروہ میں مولوی احمد دین امرتسری، مولوی حافظ محمد اسلم جے

راجپوری اور غلام احمد پرویز شامل ہیں ۔ یہ حضرات سرسید احمد خان سے متاثر تھے ۔ برصغیر میں ایک گروہ ایسا بھی معرضِ وجود میں آیا جنہوں نے احادیث کا انکار نہیں کیا لیکن ان کے اندازِ فکر سے انکار کے لیے چور دروازے کھل سکتے ہیں ۔اس گروہ میں مولانا شبلی نعمانی ،مولانا حمید الدین فراہی ،مولانا مودودی ،مولانا امین احسن اصلاحی اور عام فرزندانِ ندوہ باستثنائے سید سلیمان ندویؒ شامل ہیں۔''

(جماعتِ اسلامی کا نظریہ حدیث ،ص ۴۶ ،۴۷)

علمائے اہل حدیث نے ان سب حضرات کی طرف سے لکھے گئے لٹریچر کا دندان شکن جواب دیا ہے۔ذیل میں اس کی مختصر تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

۱ . ارشاد القاری الی نقد فیض الباری (عربی)

مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری دیوبندی (م ۱۹۳۲ء) کی صحیح بخاری پر جو تقاریر تھیں ان کو ''فیض الباری'' کے نام پر جمع کیا گیا۔اس کتاب میں حدیث پر جا بجا تنقید کی گئی ہے۔ مولانا حافظ محمد گوندلوی (م ۱۹۸۵ء) نے نقد کیا۔حضرت حافظ صاحب گوندلوی کے تلمیذ رشید مولانا حافظ عبد المنان نور پوری حفظہ اللہ نے اس میں جا بجا اضافہ فرمایا ہے ۔اور اب تک اس کی چار جلدیں شائع ہو چکی ہیں ۔

۲ . رفع الالتباس عن بعض الناس (عربی)

یہ کتاب مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی (م ۱۳۲۹ھ) کی تصنیف ہے ۔اور ایک تقلیدی مولوی کے رسالہ کا جواب ہے۔جس میں اس نے امام بخاری کے ''قال بعض الناس'' پر تنقید کی ہے۔

تقلیدی مصنف نے اپنی تصنیف میں تعصب کی عینک نہیں اتاری ۔لیکن مولانا عظیم آبادی مرحوم نے امام ابو حنیفہؒ کے علم و فضل کا فراخ دلی سے اعتراف کیا ہے۔

(جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات ،ص ۵۱)

۳ . الهام الباری جواب تنقید بخاری از ضمیر الدین خاں لوہارو

یہ کتاب ایک شیعہ مصنف کی کتاب ''تنقید بخاری'' کا جواب ہے۔
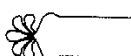
۴. امام بخاری کا مسلک از مولانا محمد اسماعیل سلفی (م ۱۹۶۸ء)

اس کتاب میں امام بخاری کے مسلک کی ترجمانی کی گئی ہے۔ اور اس کے بعد علمائے دیوبند کا اضطراب، فقہ الحدیث اور فقہ الرائے، الرد علی الجھمیه اور خبر واحد کی تشریح کرتے ہوئے ہر ایک پر محاکمہ کیا گیا ہے۔

مولانا ابوالقاسم سیف بنارسیؒ

مولانا ابوالقاسم سیف بنارسیؒ (م ۱۹۴۹ء) مشہور اہل حدیث عالم تھے۔ بہت بڑے مدرس، فاضل اور مناظر تھے۔ مولانا ثناءاللہ امرتسری اور مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کے ہم عصر تھے۔ ۱۹۴۹ء میں بنارس میں وفات پائی۔

امام بخاری اور جامع صحیح بخاری پر خدمات

پٹنہ کے ایک غالی اور جاہل مولوی عمر کریم نے امام المحدثین امام بخاری اور ان کی الجامع الصحیح البخاری پر بے جا قسم کی تنقید کا سلسلہ شروع کیا اور اس میں ایک کتاب بنام "الجرح علی البخاری" اور ۱۶ اشتہارات شائع کیے۔

مولانا بنارسی مرحوم نے اپنے استاد علامہ شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی کی تحریک پر عمر کریم کی کتاب "الجرح علی البخاری" اور ان کے اشتہارات کے جوابات لکھے۔ اور ان کو اپنے ذاتی پریس "سعید المطابع بنارس" سے شائع کیا۔

تفصیل درج ذیل ہے:

۱. حل مشکلات بخاری مسمی به الکوثر الجاری فی جواب الجرح علی البخاری (۳ جلد)

۲. الامر المبرم لابطال الکلام المحکم

۳. ماء حمیم للمولوی عمر کریم

۴. صراط مستقیم لهدایة عمر کریم

۵. الریح العقیم لحسم بناء عمر کریم

۶. الخزی العظیم للمولوی عمر کریم

۷. العرجون القدیم فی افشاء ھفوات عمر کریم ف ۱

(جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات، ص ۳۶۸، ۳۶۹)

مولانا نذیر احمد دہلوی رحمانی (م ۱۹۶۵ء)

''جوابِ تنقید'' کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ یہ کتاب ایک دیوبندی عالم مولانا عبدالرشید نعمانی کے اس تبصرہ کے جواب میں ہے جو انہوں نے مولانا ابو القاسم بناری کے مضمون ''جامع صحیح بخاری'' پر کیا تھا۔

مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری (م ۱۹۹۹ء)

''نصرۃ الباری فی بیان صحۃ البخاری'' کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی۔ اس کتاب میں مصنف مرحوم نے امام بخاری کی کتاب ''الجامع الصحیح'' کی عظمت و جلالت اوراس کے خصائص پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے منکرینِ حدیث کا جواب دیا گیا ہے۔ (جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات، ص ۳۸۱)

مولانا محمد اسماعیل سلفی (م ۱۹۶۸ء)

شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی جید عالم دین تھے۔ تمام علومِ اسلامیہ پر ان کی نظر وسیع تھی۔ حدیث اور متعلقاتِ حدیث پر ان کو عبور کامل تھا۔ حدیثِ نبویؐ سے انہیں بہت زیادہ محبت تھی۔ حدیث کے معاملہ میں معمولی سی مداہنت بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ ان کی تمام تصانیف حدیث کے دفاع اور حمایت ونصرت میں ہیں۔

ان کی مشہور کتاب ''جماعتِ اسلامی کا نظریہ حدیث'' ہے۔ اس کتاب کی تالیف کا پس منظر یہ ہے کہ ۱۹۵۳ء میں مولانا سید مودودی تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں اسیر زندان ہوئے۔ رہائی کے بعد برکت علی محمڈن ہال لاہور میں ایک تقریر کا اہتمام کیا گیا۔ مولانا مودودی نے اپنی تقریر میں صاف طور پر اور بلاضرورت حضرت امام

ف ۱. یہ تمام رسائل ایک جلد میں حافظ شاہد محمود (گوجرانوالہ) شائع کر رہے ہیں [عراقی]

بخاریؒ اور ان کی ''الجامع الصحیح '' کے متعلق ایسے الفاظ فرمائے جس سے اسلام کی اس بنیادی کتاب کی مندرجہ احادیث کی صحت مشکوک اور اس کی اہمیت کم ہو کر رہ جاتی ہے۔

اس تقریر کے متعلق مولانا محمد اسحاق بھٹی جو اس وقت ''الاعتصام'' لاہور کے ایڈیٹر تھے، اس پر سخت گرفت کی۔ بھٹی صاحب نے لکھا:

''اس میں کیا تک ہے کہ تقریر کا اشتہار ہو تو حمایت حدیث کے لیے اور بس پڑے آپ صحیح بخاری پر۔''

بس یہ کہنا تھا کہ جماعت اسلامی کے ایوانوں میں زلزلہ آ گیا۔ اور مولانا مودودی کے رفقاء میدان میں آ گئے۔ اور ہر شخص نے اپنی استعداد کے مطابق اس خدمت کو سرانجام دیا۔ مولانا امین احسن اصلاحی جو اُن دنوں جماعت اسلامی کے نائب امیر تھے اور جماعت میں ان کا بہت مرتبہ و مقام تھا، ترجمان القرآن میں ایک طویل مضمون لکھا۔ یہ مضمون بقول مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی مرحوم و مغفور'' نہ صرف یہ کہ صحیح احادیث میں تشکیک پیدا کرنے پر خوب داد تحقیق دی گئی بلکہ اس کا لب ولہجہ بھی ان کی روایتی سنجیدگی سے مطابقت نہیں رکھتا تھا۔''

مولانا محمد اسماعیل سلفی نے ''الاعتصام'' میں مولانا مودودی کے مضمون ''مسلک اعتدال'' اور مولانا اصلاحی کے مضمون کا جواب دیا جو علمی حلقوں میں پسند کیا گیا۔ بعد میں ۱۹۷۶ء میں اس کو کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔

مولانا محمد رئیس ندوی

مولانا محمد رئیس ندوی مشہور اہل حدیث عالم ہیں۔ جامعہ سلفیہ بنارس میں حدیث کے استاد ہیں۔ اور افتاء کا محکمہ بھی ان کے پاس ہے۔ ماہنامہ محدث بنارس میں ان کے علمی و تحقیقی فتاویٰ شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ان فتاویٰ کے مطالعہ سے ان کے علمی تبحر اور حدیث میں ان کی ژرف نگاہی کا اندازہ ہوتا ہے۔

مولانا محمد رئیس ندوی نے ''اللمحات الی ما فی انوار الباری من الظلمات'' کے نام سے ایک کتاب مرتب فرمائی ہے جس کی اس وقت پانچ

جلدیں مکتبہ سلفیہ بنارس سے شائع ہو چکی ہیں۔

اس کتاب کی تالیف کا پس منظر یہ ہے کہ مولوی احمد رضا بجنوری دیوبندی نے مولانا انور شاہ کشمیری کے درس بخاری کو مرتب کر کے ''انوار الباری'' کے نام سے شائع کیا۔ اس کتاب کے مقدمہ میں محدثین کرام کی خدمات پر بے جا قسم کے اعتراضات تھے ''اللمحات ''میں اُن ہی اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔

امام بخاری کی دوسری تصانیف

الجامع الصحیح البخاری کے علاوہ علمائے اہل حدیث نے امام صاحب کی دوسری تصانیف پر بھی توجہ کی ہے۔ اوران کے تراجم، تخریج، حواشی اور شرحیں لکھیں ہیں۔ ان کی کچھ تفصیل درج ذیل میں ہے:

الادب المفرد : یہ کتاب احادیث کا مجموعہ ہے۔ اس میں ۶۰۰ سے زائد ابواب ہیں ۔ بقول مولانا عبد السلام مبارک پوری مرحوم یہ وہ کتاب ہے جو رسول اللہ ﷺ کے اَخلاق و آداب سکھاتی ہے۔ اور اس کتاب کے مطالعہ سے انسان انسان بن جاتا ہے۔

علمائے اہل حدیث نے اس کتاب کی طرف توجہ کی اور اس کتاب کا اردو میں ترجمہ کیا ہے۔

مولانا سید نواب صدیق حسن خان (م ۱۳۰۷ھ) نے اس کتاب کا ترجمہ بنام ''توفیق الباری ترجمہ الادب المفرد للبخاری'' کیا ہے۔

دوسرا ترجمہ مولانا حافظ ابراہیم آروی (م ۱۳۱۹ھ) نے بنام ''ترجمہ کتاب الادب المفرد للبخاری'' کیا۔

اس کا تیسرا ترجمہ مولانا عبد الغفار مہدانویؒ تلمیذ حضرت شیخ الکل میاں سید نذیر حسین محدث دہلویؒ نے بنام ''سلیقہ'' کیا۔

محترم حافظ صلاح الدین یوسف نے بھی اس کا ترجمہ کیا ہے، جو ماہنامہ ''شہادت'' اسلام آباد میں قسط وار شائع ہو رہا ہے۔

جزقراءۃ خلف الامام : اس کتاب میں امام بخاری نے قراءۃ خلف الامام بدلائل احادیث وآثار ثابت کیا ہے اور فریقین کے جوابات بڑے عمدہ طریقے سے دیے ہیں۔

علمائے اہل حدیث نے اس کتاب کا اردو ترجمہ کیا، تاکہ اُردو دان حضرات بھی اس سے مستفض ہوسکیں۔ جن علماء نے اس کتاب کا اردو میں ترجمہ کیا ان کے نام یہ ہیں:

۱۔ مولانا ابومحمد زین العابدین آروی

۲۔ مولانا محمد خالد گھرجاکھی

۳۔ مولانا حافظ زبیر علی زئی

۴۔ مولانا سیّد بدیع الدین شاہ راشدی (م ۱۹۹۶ء) نے "غایۃ المرام فی تخریج جزالقراءۃ خلف الامام للبخاری" کے نام سے اس کی تخریج کی۔

جز رفع الیدین : امام صاحب کی یہ کتاب اثباتِ رفع الیدین میں بڑی جامع ہے۔ اس کتاب میں روایات عدم رفع الیدین پر بہت عمدہ تنقید کی ہے۔ علمائے اہل حدیث نے اس کتاب کی تخریج بھی کی ہے اور اردو میں ترجمہ بھی کیا ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے:

مولانا سید بدیع الدین شاہ راشدی (م ۱۹۹۶ء) نے اس کتاب کی تخریج کی۔

مولانا ارشادالحق اثری حفظہ اللہ نے اس مسودہ کو صاف کیا اور حوالہ جات لکھے۔

مولانا فیض الرحمٰن الثوری (م ۱۹۹۶ء) نے اس پر تعلیقات لکھے۔ کتاب کا نام ہے "جلاء العینین بتخریج روایات البخاری فی جز رفع الیدین"

حضرت شاہ صاحب مرحوم کی دوسری کتاب "توفیق الباری لترتیب جزء رفع الیدین للبخاری" ہے۔ اردو میں اس کے تین ترجمے شائع ہوچکے ہیں۔ ایک ترجمہ مولانا محمد سلیمان انصاری مرحوم نے کیا ہے۔

دوسرا ترجمہ مولانا محمد خالد گھرجاکھی نے کیا

تیسرا ترجمہ حافظ زبیر علی زئی نے کیا

یہ سب تراجم مطبوع ہیں۔